

بشریتِ انبیاءؑ

حضرات انبیاءؑ کے مرتبہ بشریت کی تحقیق و تفصیل
قرآن مجید کی روشنی میں

www.IslamicBooksLibrary.wordpress.com

مولانا عبد الماجد ریابادی

مجلد شریعت اسلامیہ

کتاب خانہ اسلامیہ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۴	پیش لفظ
۵	دیباچہ
۶	باب ① عبدیت، بشریت، مسئولیت
۴۱	باب ② قدرت اور انبیاء
۵۱	باب ③ غم اور انبیاء
۵۶	باب ④ غضب اور انبیاء
۵۹	باب ⑤ خوف اور انبیاء
۶۵	باب ⑥ نسیان اور انبیاء
۶۷	باب ⑦ موت اور انبیاء
۷۱	باب ⑧ علم اور انبیاء
۸۵	باب ⑨ طبعی کیفیات و انفعالات
۹۸	باب ⑩ ازواج، اولاد و طلب اولاد
۱۱۵	باب ⑪ زلات و قُرب زلات
۱۲۴	باب ⑫ دُعا، استغفار، مناجات، استعاذہ
۱۳۷	باب ⑬ مخالفت و تکذیب و ایذاء

پیش لفظ

عم محترم مولانا عبدالماجد دریا بادی نے تفسیر قرآن انگریزی اور اردو کی تکمیل کے بعد قرآنیات سے متعلق چند رسائل مرتب کر کے شائع فرمائے تھے۔ انہیں میں یہ رسالہ بشریت انبیاء بھی تھا۔ پہلا ایڈیشن صدق جدید کا انجمنی لکھنؤ نے شائع کیا تھا یا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں مولانا نے جو کچھ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرمایا تھا حسب ذیل ہے :-

”ایک اور نئی بالکل نئی چیز ان سب (سیرت نبوی قرآنی، الحيوانات فی القرآن وغیرہ) کے بعد حال ہی میں تیار ہو کر نکلی ہے۔ فضائل انبیاء سے اردو لٹریچر بھر ہوا ہے لیکن اس کے مقابل کی چیز یعنی بشریت انبیاء کی طرف شاید کسی کا بھی ذہن ہی نہیں منتقل ہوا اور لازمی طور پر لوگوں کے دماغ غلو فی الحقیقت سے لبریز ہیں۔ بڑی ضرورت اس میں اعتدال پیدا کرنے کی تھی تاکہ عقیدہ توحید کمزور و مجروح نہ ہونے پائے۔ اللہ کے فضل و کرم نے دستگیری کی اور ۱۹۵۹ء یا ۱۹۶۰ء میں ”بشریت انبیاء قرآن مجید“ کے عنوان سے ایک کتاب اوسط ضخامت کی چھپ کر تیار ہو گئی۔“ (آپ بیتی ماجدی صفحہ ۴۷)

مولانا کی یہ کتاب جو اپنے موضوع پر منفرد اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی تھی خاصی مقبول ہوئی اور ملت کے اہل نظر نے اسے بڑی قدر کی نظر سے دیکھا۔ ساتھ ہی عقیدت میں غلو رکھنے والوں اور خدا و شریعت ”خوش عقیدگی“ کے پردہ میں تجاوز کرنے والوں نے اس کتاب پر مخالفانہ اظہار رائے بھی کیا۔

حکیم عبدالقوی دریا بادی ایڈیٹر صدق جدید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

دیباچہ

حضرات انبیاء کے فضائل و مناقب پر اتنا زیادہ لکھا جا چکا ہے کہ اب اس پر اضافہ کی بہ ظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ بلکہ اکثر پچھلیوں نے تو محض انگوں کی تحریروں کو دہرا دینے کو کافی سمجھ لیا ہے۔

یہ نے اتنی بڑھی کہ مسئلہ کے دوسرے رخ پر پڑے پڑ گئے۔ اور قرآن مجید نے توحید باری کے خالص دے آمیزش رکھنے پر اتنا زور دیا کہ وہ پہلو نظروں سے غائب ہی ہو گیا۔ اور دلوں میں عقیدہ کچھ ایسا قائم ہونے لگا کہ جیسے حضرات انبیاء حدود بشریت سے تجاوز ہو کر مرتبہ الوہیت پر فائز بھی نہ تھے، جب بھی قریب بہ الوہیت تو ضرور پہنچ گئے تھے۔ اور خیر حضرات انبیاء کا درجہ تو پھر بلند ہے، خوش عقیدگی کے غلو میں ہر ولی، ہر صدیق ہر بزرگ کو بشری تعاضوں سے ماورا سمجھا جانے لگا۔ گویا وہ اس کی چیز ہی نہیں، کہ جھوک پیاس انہیں تنگ، گری سردی سے متاثر ہوں، کسی پر غصہ کریں کسی سے ڈریں یا بھاگیں۔ اور کوئی شے بھی انکے حاطہ علم سے باہر ہو۔ اس قسم کے عقائد، شریعت اسلامی اور قرآن مجید کی صحیح تعلیمات کے یکسر منافی ہیں اور دلوں میں رب العزت کی جو عظمت قائم ہونا چاہیے اس میں محض قرآن مجید نے حضرات انبیاء کو، اکابر انبیاء کو، محض بشر بنا کر پیش کیا ہے۔ اور ان کی بشریت کے ایک ایک جزئیہ کو نمایاں کیا ہے۔ اس عاجز نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے اہل علم اس مسئلہ میں خاموش ہیں، اور غلط عقیدوں کے طومار پر طومار لگتے چلے جا رہے ہیں، تو اپنی بے بضاعتی کے پورے احساس کے باوجود خود ہی اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت کی، اور چند باب قائم کر کے ان کے ماتحت قرآنی تصریحات اس باب سے نقل کر دیں۔ اسناد کے صحیح حصے کو خلق کے حق میں نافع اور ان کے درمیان مقبول بنائے۔ اور جو حصہ بندہ کی خطا و کج فہمی سے شامل ہو گیا ہو اس سے درگزر فرمائے۔

مضمون کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک ہی آیت کی تکرار مختلف عنوانوں کے ماتحت بعض اوقات

عبدالماجد

ناگزیر ہو گئی ہے۔

درباباد، بارہ بنکی
جولائی ۱۹۵۹ء
محرم ۱۳۷۹ھ

باب ①

عبدیت، بشریت، مسئولیت

مشرک قوموں کو بڑی اور اصلی ٹھوکر قبول رسالت کی راہ میں، انبیاء کی بشریت ہی سے لگی ہے۔ وہ اوتار یا مظہر خدا کا عقیدہ تو سمجھ سکتے تھے اس مظہر خدا کی پرستش بھی ان کی سمجھ میں آجاتی تھی۔ لیکن یہ ماننے یا سمجھنے کو کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے، کہ کسی انسان کو بادی بار ہر تو کہا جائے، لیکن پرستش و عبودیت صرف ایک اُن دیکھے خالق و پروردگار کا حق محفوظ رہے۔ ”مسیح اگر سچے ہیں، اور اُن پر ایمان لانا واجب ہے تو بس عبادت کے بھی حقدار وہی ٹھہرے۔“ یہ اُلٹی منطق اُن کے دماغ کے رگ وریشے میں پیوست کئے ہوئے تھی۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ پر ضرب بار بار اور مختلف پیرایوں میں لگائی۔

کہیں ارشاد ہوا کہ :

① مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي إِلَهٌُ
الْكَتَبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ
يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي
مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ (آل عمران، ۸۷)

اور کہیں یوں ارشاد ہوا کہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ مرسلین و ملائکہ کی عبادت کا حکم دے۔ یہ تو صاف تعلیم کفر کی ہوئی۔

② وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا
اللَّهُ تَهْمِينَ يَهْكُمُ بَيْنَكُمْ فَمَنْ تَتَّخِذُوا

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالنَّبِيُّۤنَ اَرْۢبَابًاۤ اَيُّۡمُرُکُمْ بِالْکُفْرِۚ بَعْدَ اِذَاۤ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
 پیمبروں کو پروردگار مٹنے لگو۔ کیا وہ تمہیں حکم
 کفر کا دے گا، بعد اس کے کہ تم مسلمان
 ہو چکے ہو؟ (آل عمران، ۸۷)

بشریت، اس مشرکانہ منطق میں، منافی تھی رسالت و نبوت کے۔ وہ ہادی ہو
 کیونکر سکتا ہے، جو بشر ہے؟ طنز و تعریض کے ساتھ، ہر دور کے مشرکین، یہی سوال بار
 بار پیش کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی یہ حکایت دہرا دہرا کر نقل کی ہے۔

(۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُۥ كَانَتْ تَاۡتِيَهُمْ
 رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوۡا
 اَبَشَرُۢمۡ يَّتَّهٰدُوۡنَا
 یہ (عذاب الہی) اس لئے ہوا کہ ان کے پاس
 ان کے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آتے تھے
 تو یہ (جبر و انکار سے) کہتے تھے کہ کیا ہماری
 ہدایت کوئی بشر (مضحک) کرے گا۔ (التغابن - ۱۷)

یہ اپنے پیمبروں کے منہ پر کہتے، کہ تم کیا ہو، بجز اس کے ایک ہمارے ہی جیسے
 بشر ہو (اور بشر بھی کہیں بشر کا ہادی ہو سکتا ہے؟)

(۴) قَالُوۡا اِنْ اَنْتُمْۤ اِلَّاۤ اَبَشَرُۢمۡ
 مِّثْلُنَا
 تم اور ہو کیا، سو اس کے کہ ہم ہی جیسے
 ایک بشر ہو۔ (ابراہیم - ۲۷)

(۵) قَالُوۡا مَاۤ اَنْتُمْۤ اِلَّاۤ اَبَشَرُۢمۡ
 مِّثْلُنَا
 تم اور ہو کیا، سو اس کے کہ ہم ہی جیسے
 ایک بشر ہو۔ (یس - ۲۷)

حضرت صالح پیغمبرِ برحق ہوئے ہیں، اُن سے کہا۔

(۶) مَاۤ اَنْتَۤ اِلَّاۤ اَبَشَرُۢمۡ مِّثْلُنَا (الشعرا - ۸۷)

اور اسی گستاخانہ لہجے میں دوسرے پیغمبرِ برحق حضرت شعیبؑ سے بولے۔

(۷) وَمَاۤ اَنْتَۤ اِلَّاۤ اَبَشَرُۢمۡ مِّثْلُنَا (الشعرا - ۸۷)

اور جب سامنے کہنے میں یہ دیدہ دلیری تھی، تو پیچھے کہنے میں کیا باک ہو سکتا تھا،

ایک دوسرے سے کہتے :

(۸) اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ○ کیا خدا نے رسول بنا کر ایک بشر کو بھیجا

۹

(بنی اسرائیل - ۱۱ ع)

اور کہیں یوں آپس میں چرچے کرتے۔

(۹) هَلْ هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ○ یہ (مدعی نبوت) بس ایک بشر ہی تو ہیں،

تم ہی جیسے۔

(الانبیاء - ۱۷ ع)

نوح جیسے پیغمبر جلیل القدر کی یوں آپس میں ہنسی اُڑاتے۔

(۱۰) مَا هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ ○ شخص تو بس ایک بشر ہے تم ہی جیسا چاہتا

یہ ہے کہ تم سے بڑتر ہو کر رہے۔ (المومنون - ۲۴ ع)

حضرت نوح کے بعد ایک اور پیغمبر برحق آئے۔ اُن بیچارے کی یوں خرابی لگائی گئی۔

(۱۱) مَا هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ ○ بس یہ تو ایک بشر ہیں تم ہی جیسے۔ کھاتے

مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ○ وہی ہیں جو تم کھاتے ہو اور پیتے وہی ہیں جو تم پیتے ہو۔ اور اگر کہیں تم اپنے ہی جیسے

ایک بشر کے کہنے پر چلنے لگے تو تم تو (بالکل ہی)

مِثْلُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اِذَا الْخُسُوفُ ○

کھاٹے میں آگئے !

(المومنون - ۳۴ ع)

پھر جب سینکڑوں ہزاروں برس بعد حضرت موسیٰ و ہارون پیغمبری کا نشان لے کر پہنچے

تو فرعون اور فرعونوں کو قبول حق کی راہ میں بڑی دشواری ان داعیان حق کی بشریت ہی

نظر آئی۔

(۱۲) فَقَالُوا اَاَنْتُمْ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا ○ وہ بولے، کیا ہم ان دونوں پر ایمان لے آئیں

وَقَوْمُهُمْ اَلْنَا غِبْدُ وَّن ○ جو ہم ہی جیسے بشر ہیں۔ درآئیں گے اُن کی

قوم ہماری محکوم ہے !

(المومنون - ۳۴ ع)

اس سارے طنز و تعریف، تندیب و انکار، تمسخر و استہزاء کے جواب میں یہ کبھی ایک بار بھی نہ ہوا، کہ اُدھر سے اصل حقیقت کے اظہار میں کچھ بھی ضعف آیا ہو، یا بشریت انبیاء کے مرکزی اور کلیدی عقیدے میں کہیں سے کچھ بھی کمزوری پیدا ہونے پائی ہو، بلکہ پیروں کی زبان سے صاف صاف اور دہرے سے کہلایا گیا، کہ بیشک ہم بشر ہی ہیں، اور تم ہی جیسے بشر۔

(۱۳) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ تَخُذُوا اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَكُمْ (ابراہیم-۲۷) ہم بشر ہی ہیں، تم ہی جیسے۔

سرور انبیاء کو ارشاد خصوصی اس کا ہوا ہے کہ اپنی بشریت کا اعلان کرتے رہیں۔

(۱۴) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلًا ۝ (نبی اسرائیل-۷) آپ کہہ دیجئے، کہ سبحان اللہ۔ میں بحر اس کے اور ہوں کیا، کہ بشر ہوں، رسول ہوں۔

دوسری بار، اور تیسری بار ایسا ہی تصریحی اعلان بشریت کا حکم ملا۔

(۱۵) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰى (الکہف-۱۲) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں (بس فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔

ہے۔

(۱۶) اَيْضًا (حم السجده-۱۷) (ایضاً)

وصف بشریت ہی سے ملا ہوا ایک پہلو و وصف عبدیت کا ہے۔ مشرکوں کی سمجھ میں یہ عبدیت کا پہلو بھی کبھی نہیں آیا۔ ہر بزرگ، مقدس ہستی، اُن کے خیال میں، بہر حال فوق البشر ہوگی۔ اور جب فوق البشر ہوگی۔ تو عبد محض کیسے ہو سکتی ہے؟ لامحالہ یا تو خدا ہوگی یا نیم خدا، دیوتا یا دیوی۔ اور اس حیثیت سے۔ خالق یا فاطر نہ سہی، لیکن کسی درجہ میں موجود و حاجت روا تو ضرور ہی ہوگی۔ قرآن مجید نے مشرکانہ منطق کے اس مغالطہ کی تردید قدم قدم پر کی ہے، اور پیروں کی عبدیت کا اثبات شد و مد سے کیا ہے۔

سب سے زیادہ قوت و شدت کے ساتھ انکار شاید حضرت مسیحؑ کی عبدیت کا کیا گیا ہے، اور مسیحیوں نے آپؑ کو بجائے عبد کے معبود کے درجہ پر رکھا ہے۔ اس لئے آپ کے نام کی تصریح اس سلسلہ میں اور ضروری تھی۔ ارشاد ہوا ہے،

(۱۷) لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ (النسار ۲۴) مسیح کو اس سے (ذرا بھی) عار نہیں کہ وہ اللہ کے عبد ہوں۔

اور مزید تاکید کے لئے اس وصف کو خود آپؑ کی زبان سے دہرایا ہے۔ آپؑ شروع ہی میں اپنی زبان سے کہہ دیا۔

(۱۸) إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَنِيَ الْكِتَابَ (مریم - ۲۷) میں تو اللہ کا عبد ہوں۔ اُسی نے مجھ کو کتاب دی وَجَعَلَنِي نَبِيًّا اور اسی نے مجھے نبی بنایا۔

یہ اثبات عبدیت، دوسرے پیغمبروں کے حق میں بھی ان کے نام کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کے سلسلہ میں ہے،

(۱۹) ذَكَرْكُمْ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرْتَا (مریم - ۱۷) یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی کا اپنے عبد زکریا پر۔

اور نبی قدیم حضرت نوحؑ کے ذکر میں ان کا نام لینے کے بعد ہے۔

(۲۰) إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا (بنی اسرائیل - ۱۷) بے شک وہ ایک عبد شکر گزار تھے۔

ایسی ہی مراحت داؤد نبیؑ کے لئے بھی ہے، جو دنیوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بھی پُر قوت تھے۔

(۲۱) وَادْكُرْ عَبْدًا نَادًا وَدَاوُدَ الَّذِي دَعَا رَبَّهُ يَوْمَ الْمُنَادِ (ص - ۲۷) وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

معا بعد، آپ کے فرزند سلیمانؑ ذی شان کا بھی ذکر اس وصف کے ساتھ ہے۔

﴿۲۲﴾ وَوَهَبْنَا لِذَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ○ (ص- ۳۷) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا اپنے عبد تھے، بہت رجوع ہونے والے تھے۔ پھر ذکر ایوب علیہ السلام کا ہے۔ اُن کی پیشانی بھی اسی عبدیت کے تمنغے سے مُرّین ہے۔

﴿۲۳﴾ وَادْكُرْ عَبْدًا نَّاسِيًّا (ص- ۴۷) یاد کیجئے ہمارے عبد ایوبؑ کو۔ دوبارہ اُن کی مدح پھر اسی وصف کے ساتھ آئی ہے، ﴿۲۴﴾ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ○ کیا اچھے بندے تھے، وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (ص- ۴۷)

تین اور پیغمبران جلیل کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے۔ اور عبدیت سے موصوف ہونے میں تینوں شریک۔

﴿۲۵﴾ وَادْكُرْ عَبْدًا نَّاسِيًّا اِبْرَاهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَيَحْيٰى وَكَوْنُ مِّنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (ص- ۴۷) اور یاد کیجئے ہمارے عباد ابراہیم و اسمعیل و یحییٰ کو جو بڑے قوت والے اور بڑے بصیرت والے تھے۔

یہ سب تذکرے دوسرے انبیاء کے تھے۔ سید الانبیاءؐ کی عبدیت قرآن مجید نے اور زیادہ تکرار کے ساتھ بیان کی ہے۔

شروع ہی میں جہاں تعارف آپؐ کے سب سے بڑے معجزے قرآن مجید کا کیا ہے، وہاں آپؐ کا لقب کوئی اور نہیں، یہی 'عبد' لایا گیا ہے۔

﴿۲۶﴾ وَان كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ○ (البقرة- ۲۴) (اے منکرو) اگر تمہیں شک ہے اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے اپنے عبد پر اتاری ہے تو تم بھی ایک سورت اسی کی سی لے آؤ۔

اس اعجاز قرآنی کے بعد آپ کا ایک دوسرا مشہور و نمایاں معجزہ سفرِ مزاج کا ہے، اس سلسلہ میں آپ کی نسبت مع اللہ کا اظہار اسی وصفِ عبدیت ہی کے ساتھ کیا ہے۔

(۲۷) سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرَىٰ بِعَبْدِهٖ لَيْلًا
مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصٰی (بنی اسرائیل - ۱۷)

تیسری جگہ پھر محلِ بطف و عنایت پر آپ کے ذکر میں کفایت اسی وصف پر کی گئی ہے۔

(۲۸) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی
عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○
کتاب (اپنے عبد پر نازل کی، تاکہ وہ دنیا
جہان کے لئے نذیر ہوں۔ (الفرقان - ۱۷)

چوتھی بار پھر موقعِ تخصیص پر ذکرِ مبارک اسی وصفِ عبدیت کے ساتھ ہے۔

(۲۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهٖ
الْكِتٰبَ وَلَهٗ يَجْعَلُ لَهٗ يَوْمًا ○
ساری ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے
(یہ) کتاب نازل کی اپنے عبد پر، اور اس
میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ (الکہف - ۱۷)

پانچواں موقع پھر اظہارِ کرمِ خصوصی کا ہے، اور وہاں بھی ذکرِ جمیل اسی عنوان کے ہے۔

(۳۰) هُوَ الَّذِيْ يَنْزِلُ عَلٰی عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ
بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ (الحمدید - ۱۷)

وہ (اللہ) ایسا ہے جو اپنے عبد پر کھلی ہوئی
آیتیں نازل کرتا ہے کہ وہ تم کو تاریکیوں سے
روشنی کی طرف لے آئے۔

یہ سارے مقامات وہ ہیں، جہاں بشریت (اور عبدیت) کا اطلاق حضراتِ انبیاء، خصوصاً سید الانبیاء کی ذات پر صراحت کے ساتھ ہوا ہے لیکن ان کے علاوہ کثرت سے مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں ان کے حق میں وصفِ بشریت صراحتاً نہیں، ولّٰلہٗ یاتقصدنا

لایا گیا ہے یعنی ایسے عوارض بیان کر دیئے گئے ہیں، جو بشریت سے منفک نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لوازم میں داخل ہیں۔

چنانچہ اہم ترین لوازم بشریت سے یہ ہے کہ انبیاء اس دنیا میں غیر فانی نہیں، فنا پذیر ہوتے ہیں، اور ان کے جسد کو ضرورت بدل مایہ تحلل یا کھانے پینے کی برابری رہتی ہے اس کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۳۱) وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آٰلَا يَكُلُوْنَ
الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝
اور ہم نے (پیغمبروں کے) جسم ایسے نہیں بنائے
کہ وہ کھاتے پیتے نہ ہوں، اور نہ وہ (لوگ)
ہمیشہ رہ جانے والے تھے۔ (الانبیاء - ۱۷)

حضرات انبیاء یہی نہیں کہ عام انسانوں کی طرح فانی ہوتے ہیں، اور کھاتے پیتے ہیں، بلکہ بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

(۳۲) وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُوْنَ
اور ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے،
سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے
پھرتے بھی تھے۔ (الفرقان - ۲۷)

صاحب اہل و عیال ہونا، اولاد کی طلب و تمنا دل میں ہونا، اس کی دعا کرنا، ازواج کے حق میں دعلے خیر کرنا، یہ سب اوصاف بشری ہیں، اور ان سب کا ذکر اسی کتاب میں ایک دوسرے عنوان کے ماتحت ملے گا۔ سن کا بڑھنا، کہولت میں ضعف جسمانی کا ظاہر ہونا، ضعیفی میں اولاد کی طرف سے مایوسی، یہ بھی سب بشریت ہی کے عناصر ہیں اور ان کی تفصیل بھی اسی کتاب میں ایک مستقل عنوان کے ماتحت ملے گی۔

یہاں محض ضمناء و تذکرے کافی ہوں گے۔ ایک مقام یہ ہے کہ فرشتے حضرت ابراہیم کو فرزند صالح کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ کی نظر اپنے سن پر جاتی ہے، اور ہر بشر کی طرح آپ بھی اس بشارت پر حیران رہ جاتے ہیں۔

(۳۳) قَالَ ابَشِّرْهُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ
تَشْرِيْ الْكِبُوْرَ فَبِعَمَلٍ تَبَشِّرُوْنَ ۝
(الحج - ۴۷)

(ابراہیم نے) کہا کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو
اس حال میں کہ بڑھاپا مجھ پر آچکا ہے تو بشارت
مجھے کاہے کی دیتے ہو۔

اسباب ظاہری پر نظر کر کے، پیرانہ سالی میں اولاد کی طرف سے مایوسی، خاصہ بشریت،
دوسرا موقع یہ ہے کہ حضرت زکریا اپنے لئے اولاد کی دعا کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اپنی
پیرانہ سالی کے آثار و علامات کا بھی ذکر کرتے جاتے ہیں۔

(۳۴) رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ
وَاسْتَحَلَّ الرَّاسُ شَيْبًا۔
(مریم - ۵ - ا)

اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ چکی
ہیں، اور (میرے) سر کے بالوں میں سفیدی
پھیل پڑی ہے۔

پیرانہ سالی کے یہ آثار و علامات و مقتضیات بشری ہی ہیں۔
عبدیت کے لوازم میں سے مسئولیت، عبودیت، اور مکلف بہ احکام شرع ہونا بھی
ہے، اور یہ میرا اس باب میں عام مومنین سے ذرا بھی ممتاز نہیں ہوتے۔

ابراہیم خلیلؑ کا جو مذہب پیروں میں ہے۔ معلوم و معروف ہے۔ اس پر بھی اُن سے
بیانِ علیہ السلام ہی لانے کا ہوا۔ یہ نہیں ہوا کہ انہیں اس سے معاف و مستثنیٰ رکھا گیا ہو۔
(۳۵) اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ
اَسْمَعْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
(البقرہ - ۱۲۷)

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم سے اُن کے
پروردگار نے کہا کہ اسلام لاؤ۔ بولے میں
اسلام لے آیا پروردگار کا عالم پر۔

ان کی آزمائشیں بھی ہوئیں۔ اور وہ ان میں پورے اترے۔ یہ نہیں ہوا کہ وہ بلا امتحان
رہے ہوں۔

(۳۶) وَاِذْ اٰتٰنَا اٰیٰتِنَا رَکْبَةً
بَکَاۤءٌ فَاَتَمَّهْنُ ۝ (البقرہ ۱۵۵)

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم کی آزمائش
بعض باتوں میں اُن کے پروردگار نے کی،

اور ان میں پورے اُترے۔

بیت اللہ کی معاری کا کام انہوں نے اپنے فرزند اسمعیلؑ سے مل کر لیا ہے۔

(۳۷) وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ (البقرہ ۱۲۵)
اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیمؑ، اسمعیلؑ
کے ساتھ (مل کر) بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا
رہے تھے۔

اور اس مخلصانہ طاعت و عبادت کے قبول کی دعا بھی کرتے جاتے تھے۔

(۳۸) رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ۔ (البقرہ - ۱۲۷)
اے ہمارے پروردگار، اے ہماری طرف
سے قبول بھی کرتا ہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے
والا۔

اور مزید طاعت و عبادت کے خواستگار و حریص تھے۔

(۳۹) رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ
وَ اَرِنَا مَنَّا سَكَنًا وَ تَبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (البقرہ ۱۲۸)
اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا (اور زیادہ)
فرماں بردار بنالے اور ہم کو ہمارے
حج کے احکام بتا دے، اور ہم پر رحمت
سے توجہ فرما، بیشک تو ہی ہے بڑا توجہ فرمانے
والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اسی اسلام پر قائم رہنے کی وصیت ابراہیم خلیلؑ اپنے لڑکوں اور پوتے کو کر گئے۔

(۴۰) وَ وَضٰی یٰہٰ اِبْرٰهٰیْمُ بَنٰیہٖ وَ یٰعِیْضُ
یٰبَنٰی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا
تَمُوْنَنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرہ - ۱۲۹)
اور اسی (توحید) کا حکم دے گئے ابراہیمؑ اپنے بیٹوں
کو اور (اپنے پوتے) یعقوبؑ کو بھی، اے میرے
بیٹو! اللہ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب کر لیا
ہے سو تمہیں موت آئے تو صرف اسی حالت
اسلام پر۔

خود یعقوب علیہ السلام بھی اسی دین توحید کی وصیت، بستر مرگ پر، اپنی نسل کو کر گئے۔

(۴۱) اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ؕ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَآلِهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔ (البقرہ - ۱۶۷)

جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے، وہ بولے ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے، جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمعیل واسحق کرتے آئے ہیں۔ یعنی خدا کے وحدہ کی، اور ہم بس اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

اسمعیل علیہ السلام کا ذکر جہاں مرح کے ساتھ آتا ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ (خود تو خود) اپنے گھر والوں پر بھی نماز و زکوٰۃ کی تاکید رکھتے تھے۔

(۴۲) وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ۔ (مریم - ۴۷)

وہ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز اور زکوٰۃ کا۔

متعدد پیغمبروں کے آؤاب و آواہ ہونے کا تذکرہ ان کی عبدیت کے سلسلہ میں آچکا ہے۔

ابراہیم نے یہ ایں کمال مرتبت ایمان، مزید اطمینان قلب کی خاطر مشاہدہ بعض خوارق و عجائب کی درخواست کی۔

(۴۳) وَادَّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْفِنِّي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَظْهَرَنَّ عَلَيَّ۔ (البقرہ - ۳۵۷)

اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرتا ہے! ارشاد ہوا کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں۔ بولے (ایمان) کیوں نہ ہو گا لیکن اپنے قلب کو مطمئن (مزید) کرنے کیلئے۔

حضرت عیسیٰؑ، جنہیں ان کی امت کے بڑے بڑے عالم و فاضل تک ابن اللہ مان رہے ہیں، خود ان کی زبان سے دعوت توحید ہی قرآن نے نقل کی ہے۔

(۴۳) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ
رَبِّہے، بس اسی کی پرستش کرو، سیدھی
ہذا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(آل عمران - ۵۷) راہ یہی ہے۔

آپ کی پیدائش کا طریقہ اگر خارقِ عادت تھا۔ تو ہوا کرے، بہر حال اس سے آپ کے بشر اور خاکی الاصل ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آخر حضرت آدمؑ کی پیدائش کا طریقہ تو عام بشری طریق تو والد و تناسل سے بالکل ہی الگ تھا۔

(۴۵) اِنْ مَثَلٌ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ
اٰدَمَۃٌ خَلَقْنٰہُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ
کُنْ فَاَیْکُوْنُ۔ (آل عمران - ۶۷) عیسیٰؑ کی مثال تو اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی
ہے انہیں اس نے مٹی سے پیدا کیا، اور ان
سے کہا کہ ہو جاؤ تو وہ ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی ذات چونکہ انبیت الہی و ولایت الہی والے شرک کی مرکز خصوصی رہ چکی ہے۔ اس لئے آپ کی بشریت و عبدیت پر زور سب سے زیادہ گہرا ہے، یہاں تک کہ حشر میں بھی آپ سے یہ سوال ہوگا۔

(۴۶) اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ
وَاٰحِبِّیْ الْاٰحِبِّیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔
کیا تم (دنیا میں) لوگوں سے یہ کہہ آئے تھے،
کہ ”مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو اللہ

(المائدہ - ۱۶۷) کے علاوہ۔“

اور جواب قدرتاً آپ کی طرف سے یہ عرض ہوگا،

(۴۷) سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ
مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّیْ۔ (ایضاً)
تو پاک ذات ہے، میں ایسی بات کیسے کہہ
سکتا تھا۔ جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا۔

سب سے زیادہ زور و تاکید، تکرار و تصریح، قدرۃ سرور انبیاء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسئولیت اور اُس کے مظاہر و آثار پر ہے۔

بار بار ارشاد یہ ہوا ہے کہ کہیں خود ہی اس پیام حق سے متعلق شبہ اور دھوکے میں نہ پڑ جانا۔

(۴۸) اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِينَ (البقرہ - ۱۴۷)

یہ حق آپ کے پروردگار کی طرف سے، تو کہیں
ہرگز آپ شک کرنے والوں میں نہ ہو جائیے گا۔

(۴۹) " " (الانعام - ۴۷)

(۵۰) " " (یونس - ۱۰۷)

اور ایک برائے نام اختلاف کے ساتھ۔

(۵۱) فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (ال عمران، ۷۶)

تو آپ شک کرنے والوں میں نہ ہو جائیے گا۔

اور یہی مضمون ایک دوسرے انداز سے۔

(۵۲) فَلَا تَكُ فِي مَرْيَةٍ مِنْهُ - آپ اس (قرآن) کے بارے میں

شک میں نہ پڑیے۔

(ہود - ۲۷)

ایک بار پھر خفیف لفظی تغیر کے ساتھ۔

(۵۳) فَلَا تَكُ فِي مَرْيَةٍ مِمَّا

آپ ان چیزوں سے متعلق شک میں نہ

پڑیں جن کی لوگ پرستش کرتے رہتے ہیں۔

(ہود - ۹۷)

رسول پر جو وحی قرآنی نازل ہوتی ہے۔ اس پر ایمان لانے کے مکلف جس طرح

عام مومنین ہیں، خود رسول بھی تھے۔

(۵۴) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ

رسول (خود) ایمان لائے اس پر جو کچھ ان پر

مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ - (البقرہ - ۲۸)

اللہ کے ہاں سے نازل ہوا اور مومنین (بھی)

خاص طور پر آپ کو حکم ملا ہے کہ خیانت کرنے والوں کی حمایت و جنبہ داری نہ کریں۔

﴿۵۵﴾ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا آپ خائنوں کے طرف دار نہ بن جائیں۔

(النساء ع ۱۶)

اور اسی سے متصل، اسی سے ملتی ہوئی یہ دوسری ہدایت بھی۔

﴿۵۶﴾ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ آپ ان لوگوں کی طرف سے وکالت نہ کیجئے جو

أَنفُسُهُمْ۔ (النساء ع ۱۶) اپنے ہی نفسوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

اللہ کے خصوصی فضل و کرم نے آپؐ کو سنبھالے رکھا، ورنہ مخالفین تو یہ تہمتہ کر بیٹھتے کہ خود آپؐ ہی کو راہ سے برگشتہ کر رکھیں۔

﴿۵۷﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ اور اللہ کا خاص فضل و کرم آپؐ پر نہ ہوتا تو ان

لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ۔ لوگوں کے ایک گروہ نے اس پر کمر ہمت باندھ

ہی لی تھی کہ آپؐ کو گمراہ کر کے رہیں۔ (النساء ع ۱۷)

آپؐ اس پر مامور تھے کہ آپؐ پر جو کچھ بھی نازل ہوا ہے، اسے پورے کا پورا پہنچائیں،

اور اگر آپؐ نے اس میں کچھ بھی کوتاہی کی، تو گویا آپؐ نے کوئی بھی پیام نہیں پہنچایا۔

﴿۵۸﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اے رسول آپؐ پر آپؐ کے پروردگار کی طرف

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طَوْراً لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا سے جو کچھ بھی نازل ہوا ہے وہ آپؐ (سب)

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔ (المائدہ ع ۱۰) پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے

اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا ہے کہ میں تو دعوت توحید و اعتقاد شرک پر مامور ہوں

اور اپنے ہی متعلق ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوتاہی کر کے مستحق عذاب نہ بن جاؤں۔

﴿۵۹﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ آپؐ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اسلام

مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سب سے پہلے لاؤں، اور تم مشرکوں میں سے ہرگز

قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ نہ ہو جاؤ۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار

يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ (الانعام - ۲۴) کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور اس سے ذرا آگے بڑھ کر پھر تاکید آپ کی زبان سے اسی دعوت توحید و اجتناب شرک کی کرانی گئی ہے۔

(۶۰) اَتَشْكُرُّ لَشَهْدَةِ ذَاكَ اَنْ مَعَ اللّٰهِ الْهَيْئَةُ الْاُخْرٰى طُلَّ لَا اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَاحِدٌ وَّ اِنِّىْ بَرّٖٓءٌ مِّمَّا تَشْرِكُوْنَ۔ (الانعام - ۲۴) کیا تم سچ سچ یہی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (یہ) گواہی نہیں دیتا آپ کہہ دیجئے کہ وہ تو بس ایک معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

آپ کو اس کی فہمائش ہوئی، کہ سب کا ہدایت پر جمع ہو جانا مشیت تکوینی کے خلاف ہے، اور آپ کا اس تمنائیں پڑنا ایک شانہ جاہلیت رکھنے کے مترادف ہے۔

(۶۱) وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعْنَهُمْ عَلٰى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنُ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الانعام - ۲۴) اور اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا تو آپ جاہلوں میں نہ ہو جاتے۔

آپ کی زبان حقیقت ترجمان سے یہ حقیقت صاف صاف کہلا دی گئی، کہ میں نہ خزان پروردگار کا مالک، نہ عالم الغیب، نہ فرشتہ، بلکہ صرف وحی الہی پر چلنے والا ہوں۔

(۶۲) قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَاۤئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبَعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ۔ (الانعام - ۵۴) آپ کہہ دیجئے کہ تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس میرے پروردگار کے خزانے ہیں اور نہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس جو کچھ وحی میرے اوپر آتی ہے، بس اسی کی پیروی کر رہا ہوں۔

آپ سے بھی باز پرس ایسی ہی ہوتی۔ جیسی ہر فرد بشر سے ہوتی، اگر کہیں آپ سے کوئی

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (الانعام ۸۴) تو یاد آجانے کے بعد (ایسے) ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھئے۔

انبیاء سابقین میں سے کئی ایک کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ بس انہیں کی پیروی کرتے رہیے۔

﴿۶۶﴾ اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فَبِهٰذَا هُمْ اَقْتَدٰوْا۔ (الانعام۔ ۱۰۷) یہ لوگ وہ تھے، جنہیں اللہ نے ہدایت کی تھی تو آپ بھی انہیں کے طریق پر چلیے۔

ایک پیغمبر جلیل، ابراہیم خلیلؑ کی زبان سے، قبل نبوت، کہلایا جا چکا تھا کہ اگر اللہ کا فضل خصوصی دستگیر نہ رہے، تو میں تو گمراہوں میں شمار ہوتا۔

﴿۶۷﴾ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّیْنَ۔ (الانعام۔ ۹۷) (ابراہیمؑ) بولے، کہ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا رہے، تو میں تو گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

رسول اللہ کو صراحت کے ساتھ یہ حکم ملا، کہ بس وحی الہی کی پیروی کرتے رہیے۔ اور مشرکوں کی طرف ذرا التفات نہ ہونے پائے۔

﴿۶۸﴾ اَتَّبِعْ مَا اَوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الانعام۔ ۱۳۷) بس اسی وحی کی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر اتری ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے بجز اس کے پیروی کرنے رہیے۔ اور مشرکوں سے کنارہ کش رہیے۔

یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ اگر کہیں ان لوگوں کی طرف آپ مائل ہو گئے، تو دنیا میں اکثریت تو ایسوں ہی کی ہے۔ جو آپ کو گمراہ ہی کر کے رہے گی۔

﴿۶۹﴾ وَاِنْ تَطِعْ اَكْثَرُ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (الانعام۔ ۸۷) اور روئے زمین پر زیادہ تر جو لوگ ہیں، اگر آپ نے ان کا کہنا مان لیا، تو یہ اللہ کی راہ

سے آپ کو بھٹکا کر ہی رہیں گے۔

آپ کو یہ بھی کہنے کا حکم ملا، بعد اقرار توحید و ردّ شرک کے، کہ میں ہی سب سے بڑا مسلم ہوں۔ اور راہِ یاب ہونے اور ملتِ ابراہیمی پر چلنے کی توفیق مجھے فضلِ الہی ہی سے ہوئی ہے۔

﴿۷۰﴾ قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ دِينًا قِيمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔ (الانعام - ۲۰ ع)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو سیدھا راستہ میرے پروردگار نے بتلادیا ہے۔ (وہ) ایک دین محکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیمِ راست رو کا۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادت اور میری زندگی اور میری موت یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو پُر دگاہ عالم ہے بلا کسی شریک کے مجھے اسی کا حکم ملا،

اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا ہوں۔

آپ کو جو کتاب ملی تھی، آپ اس کی تبلیغ پر مامور تھے، اور آپ کو حکم تھا کہ آپ اس سے تنگی نہ محسوس کریں۔

﴿۷۱﴾ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ۔ (الاعراف - ۱۷ ع)

یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر اس لئے اتاری گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں۔ سو آپ اس سے اپنے میں بالکل تنگی نہ پائیں۔

آپ سے پھر کہلایا گیا کہ میں تو بس وحیِ الہی کی پیروی کرتا ہوں میں کوئی اپنی طرف سے کچھ گھڑھوڑے ہی لاتا ہوں۔

﴿۷۲﴾ قُلْ إِنَّمَا اتَّبَعُ مَا يَوْسُو إِلَى

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس اسی کی پیروی

مِنْ رَبِّي - (الاعراف - ۲۴ ع) کرتا ہوں، جو وحی الہی میرے اوپر ہوئی ہے۔

آپ کو تنبیہ کی گئی، کہ یاد الہی میں لگے رہیں، اور کہیں غافلوں میں شامل نہ ہو جائیں۔
 (۴۳) وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں یاد کرنے
 وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ - (الاعراف ۲۴ ع) رہیے اور غافلوں میں سے نہ ہو جائیے۔

یہ نہ تھا کہ آپ کی کسی بات پر کبھی کوئی گرفت الہی ہوتی ہی نہ ہو۔ بندہ، دانا ترین ہو کر بھی بہر حال بندہ ہے۔ اس کا علم، علم الہی کو کیسے محیط ہو سکتا ہے۔ اعمال و معاملات میں کوئی نہ کوئی پہلو کبھی اس کی نظر سے رہ ہی جائے گا۔ ایسے ہر موقع پر قرآن مجید میں تنبیہ وارد ہوئی ہے۔

چنانچہ غزوہ بدر کے بعد جب بعض صحابیوں کے مشورے کے مطابق جنگ کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، تو اس پر گرفت ان الفاظ میں ہوئی۔

(۴۴) مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ طَرِيقًا وَتَظْهَرُ لَكَ نَبِيٌّ لَا يُرِيدُ الْآخِرَةَ - (الأنفال - ۹ ع)
 نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ ان کے لئے قیدی باقی رہیں، تا وقتیکہ وہ (نبی) ملک میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیتے، تم لوگ تو دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔

اسی طرح ایک اور غزوہ کے موقع پر جب آپ نے منافقین کو ان کی عذر خواہی سن کر شرکت جہاد سے معاف کر دیا تھا، تو اس پر گرفت گو بڑی شفقت کے ساتھ، یوں ہوئی۔

(۴۵) عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتُ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ - (التوبة - ۷ ع)
 اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان لوگوں کو کیوں اجازت دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ نہ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ معلوم کر لیتے۔

مشرکین مکہ آپ کے اور دوسرے مومنین کے آخر عزیز ہی ہوتے تھے۔ دوسرے مومنین کی طرح آپ نے بھی طبعی محبت کے اثر سے ان میں بعض وفات پائے ہوؤں کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اس پر تنبیہ ان الفاظ میں وارد ہوئی۔

(۷۶) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

نبی اور ایمان والوں کو جائز نہ تھا کہ مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(التوبہ - ۱۲۷)

جاہلوں، مشرکوں کی طرف سے فرمائش بار بار ہوتی کہ، فلاں مضمون کے بجائے فلاں مضمون کیوں نہیں قرآن میں بیان ہوتے۔ جواب آپ کی زبان سے ایک بار پھر یہ کہلایا گیا کہ یہ بھی کوئی میرے اختیار کی بات ہے؟ اور اگر میں (خدا نخواستہ) گھر ٹک کچھ پیش کروں، تو میں خود ہی نہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤں!

(۷۷) قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَبْدِلَهُ مِنْ تِلْكَ آيٍ نَفْسِي ۚ إِنِ اتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ترمیم کر دوں میں تو بس اسی کی پیروی کروں گا، جو میرے پاس وحی سے پہنچا ہے۔ میں اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے بھاری

(یونس ۲)

دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

عقیدہ توحید اور دشرک کے مکلف جس طرح سب انسان تھے۔ آپ بھی تھے۔ اور انکار پر جو سزا سب کے لئے تھی، وہی آپ کے لئے بھی تھی۔ اور آپ کو اس کے اعلان کا حکم ملا۔

(۷۸) فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي
 يَتَوَفَّاكُمْ وَأَمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ
 الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ
 حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَ
 لَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
 وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا
 مِنَ الظَّالِمِينَ - (یونس - ع ۱۱)

تو میں، ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا
 جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو البتہ
 میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری
 جانیں قبض کرتا ہے۔ اور مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں
 ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اپنا
 رُخ دین کی طرف سب سے کیسو ہو کر کر لیجئے
 اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جائے اور اللہ کو
 چھوڑ کر کسی ایسی چیز کی عبادت نہ کیجئے، جو
 آپ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ آپ کو کوئی
 ضرر، اور اگر ایسا کیا، تو آپ کا شمار بھی ظالموں
 ہی میں ہوگا۔

شدید ترین ہجوم اعدا پر بھی آپ اسی پر مامور تھے، کہ فیصلہ الہی کا انتظار کریں۔
 (۷۹) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ
 حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ - (یونس - ع ۱۱)
 آپ پیروی اسی کی کرتے رہیے جو کچھ آپ
 کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے،
 یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب
 سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بشریت کے طبعی تقاضے سے کبھی آپ کے دل میں یہ آنے لگتا، کہ قرآن کے جن حصوں
 کی مخالفت اتنی شدید کی جاتی ہے۔ انہیں تبلیغ میں چھوڑ ہی دیا جائے۔ یا آپ کبھی معاندین
 کے اس طنز سے کبیدہ خاطر ہونے لگتے کہ ان پیغمبر کے ساتھ خزانہ کیوں نہیں، یا ان کے
 ساتھ ساتھ کوئی فرشتہ نمودار کیوں نہیں ہوتا۔ ایسے ہر موقع کے لئے حقیقت و اشکاف
 بیان کر دی گئی ہے!

(۸۰) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ
إِلَيْكَ وَضَائِقٌ إِلَيْهِ صَدْرُكَ إِنَّ
يَقُولُوا وَلَا نُزِلَ عَلَيْهِ كُتُبٌ وَلَا جَاءَ
مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۝
(ہود - ۲۷)

تو شاید آپ اس وحی کا، جو آپ کو کی جاتی ہے
کچھ حصہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل ان
کے اس کہنے سے تنگ ہوتا ہے کہ ان پر کوئی
خزانہ کیوں نہ نازل ہو یا ان کے ساتھ کوئی
فرشتہ کیوں نہ آیا۔ (حالانکہ) آپ تو صرف
ڈرانے والے ہیں۔

حضرت صالح ایک قدیم پیغمبرِ برحق گزرے ہیں۔ ان کی زبان سے یہ ادا کر لیا ہے،
کہ اگر میں اللہ کے حکم میں کوتاہی کروں تو خود مجھے عذابِ الہی سے کون بچائے گا!
(۸۱) فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ
عَصَيْتُهُ۔ (ہود - ۶۷)

مجھے اللہ (کی گرفت) سے کون بچالے گا اگر
میں اس کی نافرمانی کروں۔

حضرت شعیب پیغمبر کی زبان سے کہلایا ہے کہ جو کچھ بھی کرتا ہوں اللہ ہی کی توفیق سے
کرتا ہوں، میرا بھر سہ بھی اسی کی ذات پر ہے اور رجوع بھی اسی کی طرف کرتا ہوں۔
(۸۲) وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔
(ہود - ۸۷)

مجھے تو جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی
کی طرف سے ہوتی ہے اسی پر بھر دسا رکھتا
ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

انہیں پیغمبر نے آرا عاجز کر اپنی قوم والوں سے کہا، کہ اچھا اب تم بھی عذابِ الہی
کا انتظار کرو، اور میں بھی اس وقت کا منتظر ہوں۔
(۸۳) وَارْتَقِبُوا إِلَافِي مَحَلِّ رَقِيبٍ۔
(ہود - ۸۷)

تم بھی انتظار کرو، اور میں بھی تمہارے ساتھ
منتظر ہوں۔

آپ کو تاکید کے ساتھ حکم
آپ اسی پر قائم رہیے۔

(۸۳) فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ۔ آپ قائم رہیے اسی پر جو حکم آپ کو

ملا ہے۔

(ہود - ۱۰ ع)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سارے قصے انبیاء سابقین کے بیان کرنے سے ایک خاص غرض ہی یہ رکھی گئی ہے، کہ خود آپ کے قلب کو قوت پہنچے۔

(۸۵) وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَبْنَاءِ

الرُّسُلِ مَا نَنْشِئُ بِهِ فَوْادَكَ۔ قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے

سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

(ہود - ۱۰ ع)

پیغمبر حلیل حضرت یوسفؑ کی زبان سے اس حقیقت کا اظہار کرایا گیا ہے کہ نفس بشری تو بُرائی کی بابت تحریک کرتا ہی رہتا ہے، اور خود میرا نفس کب اس سے ماورا و مستثنیٰ ہے!

(۸۶) وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي مِنْ ابْنِ

النَّفْسِ لَمَارَّةٍ أَوْ السُّوءِ۔ (یوسفؑ) تو بُرائی کی طرف لاتا ہی رہتا ہے۔

شدت و تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلایا گیا کہ میں

تو تبلیغ توحید و شرک پر مامور ہوں۔ یہی میری دعوت ہے اور یہی میری منزل مقصود۔

(۸۷) قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

اللَّهَ وَلَا أُشْرِكُ بِهِ إِلَهًا أَدْعُوا

وَالْيَه مَاب۔ (الرعد - ۵ ع)

ٹھہراؤں۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی

طرف مجھے جانا ہے۔

تہدید کے لہجے میں آپ سے کہہ دیا گیا کہ اگر آپ نے کہیں مشرکوں کی راہ پر چلنا شروع کر دیا۔

تو ویسا ہی عذاب الہی آپ کے لئے بھی ہے۔

(۸۸) وَلَئِنْ أَتَيْتَ أَهْوَاءَ هُمْ

اور اگر آپ ان کی خواہشوں پر چلنے لگیں بعد اس

بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ الْإِلَهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ۔ (الرعد-۵)
 کہ کہ آپ کو علم (حقیقی) پہنچ چکا ہے۔ تو اللہ کے
 مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ بچا
 والا۔

تبلیغ توحید تمام تر آپ کا ایک فریضہ تھی۔

(۸۹) فَاصْلَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ (الحجر-۶۷)
 غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف
 صاف سنا دیجیے اور مشرکوں کی پروردانہ کیجیے۔

آپ اس پر مامور تھے کہ عمر بھر توحید و عبادت پر قائم رہیں۔

(۹۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ
 حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ۔ (الحجر-۶۷)
 تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد میں لگے رہیے
 اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے اور اپنے
 پروردگار کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ
 آپ کو موت آجائے۔

آپ کو بجائے خود اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ جو کچھ وحی آپ کو پہنچ چکی ہے، اسی کو آپ
 محفوظ رکھ لیں، اللہ کے اختیار میں تھا کہ سب سلب کر لے۔ بس رحمت خصوصی ہی آپ کی
 حامی و دستگیر رہی۔

(۹۱) وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي
 أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ
 عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ
 إِن فَضَّلْنَا كَانَ عَلَيْكَ كِبِيرًا۔
 اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے
 سب سلب کر لیں۔ پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے
 مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر آپ کے
 پروردگار ہی کی رحمت سے بیشک اس کا آپ
 پر بڑا فضل ہے۔ (نبی اسرائیل - ۱۰۷)

آپ کو اس کا بھی حکم ملا کہ صحابیوں میں غریب غریب جیسے بھی کچھ ہوں انہیں سے دل لگا کر
 رکھئے، کہ وہ بہر حال دولت ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور ظاہری دولت و شوکت رکھنے

والے اہل غفلت سے اپنا رخ بالکل ہٹائے رکھیں۔

(۹۱) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ
یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْعُدْوَةِ وَالْعَشِیِّ
یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَیْنُکَ
عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا
وَلَا تَطِغْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِکْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا۔
(الکہف - ۲۷)

اور اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھئے جو
صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت محض اس
کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور آپ کی آنکھیں
اُن سے ہٹنے نہ پائیں کہ لگیں (آپ) دنیوی زندگی
کی بہار کا پاس کرتے۔ اور ایسے شخص کے کہنے میں نہ
آئیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر
رکھا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش نفس پر چلتا ہے۔

اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

آپ کو اس کی ممانعت ہوئی کہ کافروں۔ منکروں کی چند روزہ خوشحالی اور بہار زندگی
کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھیں، وہ کوئی رغبت کی چیز تھوڑے ہی ہے۔ اس سے تو ان شام
زدوں کی محض آزمائش مقصود ہے۔

(۹۲) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنِیْکَ اِلَی مَا تَعْتَنَّا
بِهٖ اَزْدًا جَا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیْوَةِ
الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْہِ۔ (طہ - ۸۷)

اور آپ اس (ساز و سامان کی) طرف آنکھ اٹھا
کر بھی نہ دیکھئے، جس سے ہم نے کافروں کے مختلف
گروہوں کو متبع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی
بہار ہے، اُن کی آزمائش کے لئے۔

آپ کو تو حکم یہ ملا کہ نماز پر نہ صرف خود ہی قائم رہیں، بلکہ اپنے والوں کو بھی قائم
رکھیں۔

(۹۳) وَامْرَاٰهُلَکَ بِالصَّلٰوَةِ وَاصْبِرْ
عَلِیْہَا۔ (طہ - ۸۷)

اپنے والوں کو بھی نماز کا حکم دیتے رہئے اور خود بھی
اس کے پابند رہئے۔

کافروں، منکروں کی بات ماننا کیسی، آپ مامور تو ان کے خلاف قرآن کے ذریعہ

سے شدید مقابلہ پر تھے۔

(۹۵) فَلَا تَطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا۔ (الفرقان - ۵) تو آپؐ کافروں کا کھانا مانے اور قرآن کے ذریعے سے ان کا مقابلہ۔ زور و شور سے کیجئے۔

آپؐ کو حکم اللہ پر توکل کرنے اور اس کی تسبیح و حمد کرتے رہنے کا تھا۔

(۹۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ۔ (الفرقان - ۵۷) اور آپؐ توکل اسی زندہ پر رکھئے جسے کبھی موت آنے والی نہیں، اور اسی کی تسبیح و تحمیدیں لگے رہیئے۔

آپؐ مامور اس پر تھے کہ اپنے عزیزوں و قریبوں کو ڈراتے رہیں، اور مومنین متوجہین کے ساتھ برتاؤ واضح کارہیں۔ اور آپؐ کو صاف صاف یہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ اگر (بغرض محال) آپؐ نے کسی غیر اللہ کو پکارا، تو آپؐ کا شمار بھی معذبین میں ہونے لگے گا۔

(۹۷) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ○ وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء - ۱۱۷) اور آپؐ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارئے گا، ورنہ آپؐ بھی معذبین میں ہو جائیں گے۔ اور آپؐ اپنی نزدیک قرابت والوں کو ڈرایئے۔ اور ان لوگوں سے تواضع کے ساتھ پیش آئیے جو مومن ہو کر آپؐ کی پیروی کرنے والے ہوں۔

اللہ پر توکل رکھنے کی آپؐ کو تاکید تھی۔

(۹۸) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ۔ (النمل - ۶۷) اور آپؐ اللہ پر توکل رکھئے۔ آپؐ بیشک مرزا حق پر ہیں۔

خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا، کہ میں تو اس پر مامور ہوں کہ خدائے ذوالجلال ہی کی عبادت کروں، اور قرآن پڑھ پڑھ کر سنا تا رہوں۔

(۹۹) إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّتِي خَرَمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ○ وَ

مجھے تو بس یہ حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے مالک کی عبادت کروں، جس نے اس کو محترم بنایا۔

أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ
 أَنْ أَتْلُو الْقُرْآنَ - (النمل - ۷۷)
 اور سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے
 کہ میں فرماں برداروں میں شامل رہوں اور یہ کہ میں
 قرآن پڑھ کر سناں ہوں۔

آپ کو مخاطب کر کے صاف صاف کہا گیا، کہ آپ تو اس کتاب آسمانی کے امیدوار ہی
 نہ تھے۔ یہ تو محض فضل خداوندی سے آپ پر نازل ہو گئی۔ تو آپ کافروں کی طرفداری ہرگز نہ
 کریں۔ اور نہ یہ لوگ آپ کو احکام الہی کی طرف سے ذرا بھی روکنے پائیں۔ بلکہ آپ دعوت
 توحید دیتے رہیے، اور مشرکوں میں شامل ہرگز نہ ہو جائیے۔

﴿۱۰۰﴾ وَهَآكُنْتَ تُرْجَوُا إِلَىٰ تَلْقَىٰ إِلَيْكَ
 الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا
 تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ۝ وَلَا
 يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ
 أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ
 مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ
 إِلَهًا آخَرَ - (القصص - ۹۷)
 اور آپ کو یہ توقع بھی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل
 کی جائے گی مگر محض آپ کے پروردگار کی رحمت
 سے (اس کا نزول ہوا) تو آپ کافروں کے ذرا
 بھی پشت پناہ نہ بنیے۔ اور جب اللہ کے احکام
 آپ کو پہنچ جائیں تو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ
 آپ کو ان سے روک دیں۔ اور آپ اپنے پروردگار
 کی طرف بلانے رہیے اور مشرکوں میں ہرگز نہ شامل

ہو جائیے۔ اور اللہ کے سوا کسی معبود کو نہ پکارتیے۔

اللہ کے وعدوں پر صبر کئے رہنے کا حکم آپ کو بھی تھا اور یہ تنبیہ بھی، کہ کہیں بے دین
 لوگ آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر دیں۔

﴿۱۰۱﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا
 يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ -
 سو آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے
 اور بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے
 پائیں۔ (الروم - ۶۷)

اللہ سے ڈرتے رہیے، کافروں، منافقوں کے کہے میں آجلیے۔ صرف پیروی و

کئے جائیے۔ اور اللہ پر توکل رکھنے کے احکام کے مخاطب آپ ہی ہیں۔

(۱۰۲) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ
الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ
مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ
بِاللَّهِ وَكِيلًا۔ (الاحزاب - ۶۷)

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے۔ اور کافروں اور
منافقوں کا کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ بڑا علم
والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اور جو کچھ آپ کے
پروردگار کی طرف سے وحی آپ پر آتی ہے اس
کی پیروی کرتے رہیے۔ بے شک اللہ تمہارے
سب اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیے
اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

اجمالاً انہیں احکام کی تکرار پھر ایک بار ہے۔

(۱۰۳) وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَدَعِ أَزْوَاجَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ
بِاللَّهِ وَكِيلًا۔ (زاب - ۶۸)

اور کافروں اور منافقوں سے نہ مانئے اور ان
کی طرف سے جو تکلیف پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے۔
اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے۔
اور جب آپ بہ نفس نفیس مکلف ہر طرح احکام شریعت کے تھے۔ تو آپ کی زوجات
کے ساتھ بھی کوئی رعایت کیوں ہوتی، بلکہ ان کے علوئے مرتبہ کے لحاظ سے ان کے لئے نوسرا
اور دگنی ہے۔

(۱۰۴) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُصْعَفْ لَهَا الْعَذَابُ
ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا۔

اے نبی کی بیویو، تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بہبود
کرے گی، اس کو سزا بھی دہری ملے گی۔ اور یہ بات
اللہ کے لئے آسان ہے۔

(الاحزاب - ۴۷)

ان بی بی صاحبان کے جہاں مرتبہ بلند تھے، وہیں ان کی ذمہ داریاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔
فرائض، احکام و تعزیرات میں ان کے ساتھ ذرا رعایت نہ تھی۔

(۱۰۵) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ
النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
فَيَطْغَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ
قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى
وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَ
وَاطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ
اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔
(الاحزاب - ۴۷)

احکام میں اگر آپ کے مخصوص حالات کی بنا پر کچھ نرمی آپ کی ذات کے ساتھ تھی بھی، تو
دوسری طرف بعض قیدی بھی آپ کے لئے زائد تھیں۔ چنانچہ جہاں ازواج مبارک آپ کے لئے
چار سے زائد جائز ہوئیں۔ وہیں ایک خاص وقت پر یہ قید بھی آپ کے لئے لگ گئی، کہ اب
آپ نہ کوئی نیا عقد کر سکتے ہیں اپنی پسند و خواہش کے باوجود، نہ کسی پرانی بی بی صاحبہ کے
بجائے کوئی دوسری لاسکتے ہیں۔

(۱۰۶) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ
وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَ
لَوْ أَتٰجَبَكَ حُسْنُهُنَّ۔ (الاحزاب ۴۸)

اب ان کے علاوہ نہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز
ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بی بیوں کی جگہ
دوسری بی بیوں کر لیں اگرچہ آپ کو ان کا حسن
بھلا ہی لگے۔

توحید خالص اور عبادت الہی پر ماموریت کا حکم آپ کو بار بار ملتا۔

(۱۰۷) فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا

آپ اعتقاد خالص کر کے اللہ ہی کی

لَهُ الدِّينَ - (الزمر - ۱۷) عبادت کرتے رہیئے۔

اور آگے چل کر اس سے زیادہ زور و تاکید اور اس کے خلاف پر وعید و تہدید کے ساتھ۔

﴿۱۰۸﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۚ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَافِيَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي - (الزمر - ۲۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ دین کو اس کے لئے خالص رکھوں۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کا کہنا نہ مانوں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ دین کو اس کے لئے خالص رکھتا ہوں۔

عذاب کی وعید، شرک پر، جس طرح سب کے لئے تھی، خود آپ کے لئے بھی تھی۔

﴿۱۰۹﴾ لَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَجْبُطَنَّ عَنْكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۚ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ - (الزمر - ۷۷)

آپ کی طرف بھی اور جو (پیغمبر) آپ کے قبل بھی ہو چکے ہیں، اُن کی طرف بھی وحی آجلی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا، تو تیرا لیا کر ایاا کارت جلے گا۔ اور تو یقیناً خسارے میں پڑے گا۔ تو اب اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور شکر گزار رہیئے۔

مانعت شرک اور تاکید توحید ایک اور موقع پر۔

﴿۱۱۰﴾ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَ فِي الْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - (المومن - ۷۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس کی مانعت ہے کہ میں ان کی عبادت کروں۔ جن کو یہ اللہ کے سوا ایکائے ہیں جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی نشانیاں آچکیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں پروردگار عالم کے سامنے گردن جھکاؤں۔

آپ کو صبر و تحمل کی مزید تاکید۔

(۱۱۱) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ - آپ صبر کئے رہیے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچ

ہے۔

(المومن - ۸۷)

آپ کی زبان سے ایک بار اس کا اعتراف کہ اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے اور اللہ ہی کی طرف میں رجوع کرنے والا بھی ہوں۔

(۱۱۲) ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

یہی ہے اللہ میرا پروردگار۔ اسی پر توکل کرتا ہوں

وَالْيَهُ اَنِيبُ - (الشوریٰ - ۲۷)

آپ کو استقامت تو حید و طاعت اور اجتناب شرک اور قیام عدل کا حکم ایک

بار اور :

(۱۱۳) فَلْيَدْعُكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا

سو آپ اسی کی طرف بلاتے جائیے، اور جس طرح

آمُرْتُ وَلَا تُنَاصِبْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ

آپ کو حکم ہوا ہے۔ اُس پر قائم رہیے اور ان کی

اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَ

خواہشوں پر نہ چلے آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے جو

اٰمُرْتُ لِاعْمَلُ بَيْنَكُمْ - (الشوریٰ - ۷۷)

بھی کتابیں اتاری ہیں میں اُن پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں۔

آپ اس پر مامور تھے کہ کتاب الہی سے برابر تمسک کئے رہیں۔ اور یہ کتاب خود آپ کے

لئے بھی ایک شرف کی چیز تھی۔

(۱۱۴) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي اُوْحِيَ اِلَيْكَ

آپ تمسک کرتے رہیے اس (کلام) سے جو آپ

اِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ

پروچی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ

پر ہیں۔ اور یہ (قرآن) باعث شرف ہے آپ

لَكَ وَلِقَوْمِكَ - (الزخرف - ۴۷)

کے لئے اور آپ کی امت کے لئے۔

تاکید کے ساتھ آپ کو حکم ملا، کہ آپ پر شریعت الہی نازل ہوئی ہے اُسی پر قائم و دائم

رہتے۔ اور دوسروں کے طریقہ نہ اختیار کیجئے۔ وہ ہرگز اللہ کے مقابلہ میں کام آنے کے نہیں۔

(۱۱۵) ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِّ رِجَاحٍ مِّنَ
الْأَمْوَاجِ تَاجِعَهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّهُمْ لَن يَغْنُوا عَنْكَ
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ (الباحیہ - ۲۷)

پھر ہم نے آپؐ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر قائم
کر دیا، سو آپؐ اُسی پر چلتے رہئے۔ اور بے علموں
کی خواہشوں پر نہ چلتے۔ لوگ اللہ کے مقابلہ میں
آپؐ کے ذرا کام نہیں آسکتے۔

منکروں کی اذیت رسانی پر آپؐ کو صبر و ثبات کی تاکید بار بار ہوئی ہے اور قدیم پیغمبروں
کے اُسوہ پر بھی آپؐ کو توجہ دلائی گئی۔ مثلاً کہیں پر یہ کہ
(۱۱۶) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ آدَمُ وَالْعَزْرُ
مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ۔
تو آپؐ صبر کیجئے، جیسا کہ آدَمُ اور العزْر (غدا کی جلدی
ہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے غدا کی جلدی
نہ کیجئے۔ (الاحقاف - ۴۷)

اور کہیں یوں صبر و عبادت کی تاکید ساتھ ساتھ۔

(۱۱۷) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ
قَبْلِ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
وَادْبَارَ النُّجُودِ۔ (ق - ۳۷)

ان لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگار کی
کی تسبیح و حمد کریئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور (اس
کے) چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح
کرتے رہئے اور نمازوں کے بعد بھی۔

اور ایک بار پھر حکم صبر کو حکم تسبیح و حمد کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

(۱۱۸) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَ
مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ۔
آپؐ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے
کہ آپؐ بے شبہ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اور
اُٹھتے وقت اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کیجئے
اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ اور ستاروں
(الطور - ۲۷)

سے بیٹھے بھی۔

تذکیر کا حکم بھی آپ کو بار بار ملتا رہا ہے۔ کہیں قرآن مجید کی قید کے ساتھ، مثلاً
 (۱۱۹) فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مِنْ مَتَّخِفَاتٍ
 آپ قرآن کے ذریعہ تذکیر اس کی کرتے رہیے،
 وَعَبِيدٍ - (ق - ۳۷)

اور کہیں بلا اس قید کے اور سرکشوں سے بے التفاتی کے حکم کے ساتھ۔
 (۱۲۰) فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ
 آپ ان (سرکشوں) کی طرف التفات نہ کیجئے،
 وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔
 کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور تذکر
 کرتے رہیے کہ تذکیر ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔
 (الذاریت - ۳۷)

منکروں، معاندوں کی طرف سے توئی و اعراض کا حکم آپ کو بار بار ملا ہے، کہ ان سب
 سے صرف نظر کر کے بس اپنے کام میں لگے رہیے مثلاً
 (۱۲۱) فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا
 آپ ایسے شخص سے اپنی توجہ ہٹالیں جو ہماری
 نصیحت سے روگردانی کئے ہوئے ہے اور جس
 کا مقصود بجز دنیوی زندگی کے اور کچھ نہیں۔
 (النجم - ۲۷)

یہ کہ
 (۱۲۲) فَمَا تُغْنِ الذُّرُ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
 ڈراوے انہیں کچھ فائدہ ہی نہیں دیتے تو آپ
 ان کی طرف سے نظر پھیرے رہیے۔
 (النجم - ۱۷)

آپ کو خبردار کیا گیا، کہ کہیں آپ منکرین معاندین کے کہے میں نہ آجائیں۔
 (۱۲۳) فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَذُوا
 تو آپ بھٹلانے والوں کا کہا نہ مانئے یہ لوگ تو
 چاہتے ہی ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑیں۔ تو یہ بھی ڈھیلے
 پڑ جائیں۔ اور اس کے کہے میں بھی نہ آئیے جو جھوٹی
 کَلِّ خَلَّافٍ مَرِيئِينَ - (القلم - ۱۷)
 قسمیں کھانے والا، کمینہ ہے۔

آپ کو حکم تو برابر تسبیح و استغفار کا تھا۔

(۱۲۴) قَسِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ۔ آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(الحاقہ - ۲۷)

(۱۲۵) قَسِّحْ بِمَحْمَدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں لگے رہئے اور

اس سے طلب مغفرت کرتے رہئے۔

(النصر)

حکم صبر کی تاکید بار بار ہوتی ہے۔

تو آپ صبر کرتے رہتے صبر جمیل۔

(۱۲۶) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَبِيلًا۔ (العارج ۷)

اور کہیں صبر کے ساتھ تاکید ذکر و عبادت کی ملی جلی ہوتی ہے۔

تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کئے بیٹھ

رہئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہے

میں نہ آئے اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی

اس کو سجدہ کیا کیجئے۔ اور اس کی تسبیح رات کے

بڑے حصے میں کیا کیجئے۔

(۱۲۷) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ

مِنْهُمْ اِثْمًا وَكَفُورًا ۝ وَاذْكُرْ اِسْمَ

رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ

فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلاً۔

(الدھر - ۲۷)

عبادت الہی پر اور ترک و تبطل پر تو آپ اُمت سے زیادہ ہی مامور تھے۔

رات کو کھڑے رہا کیجئے سوا تھوڑی سی رات کے،

یعنی نصف رات یا اس نصف سے کچھ کم کر کے

یا اس پر کچھ بڑھا کر اور قرآن خوب صاف صاف

پڑھا کیجئے۔ ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام

ڈالنے کو ہیں۔

(۱۲۸) قِمِ الْبَيْلَ إِلَّا قَلِيلاً ۝ نِصْفَةَ

اَوْنَقْصُ مِنْهُ قَلِيلاً اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ

الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْكَ عَلَيْهِ

قَوْلًا ثَقِيلاً۔ (الزلزلہ - ۱۷)

بے شک آپ کے ذمہ دن میں بھی بہت کام ہیں

اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتے رہئے۔

اور سب سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ رہئے۔

(۱۲۹) اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلاً

وَ اذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَ تَبْتَئِلْ اِلَيْهِ

تَبْتِيلاً۔ (الزلزلہ - ۱۷)

(۱۳۰) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ
 هَجْرًا جَمِيلًا - (المزل - ۱۴)
 کوئی معبود نہیں سوا اس ایک کے، سو اسی کو اپنا کارساز
 رکھئے اور یہ لوگ جیسی جیسی باتیں سناتے ہیں ان پر صبر
 کیجئے اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جائیے۔

آپ مامور ہی نہ تھے، بلکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ عملاً بھی عبادت شاقہ انجام دیتے رہتے۔
 (۱۳۱) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ
 مِنْ ثُلَاثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلَاثِي
 اور آدمی آدمی رات اور ایک ایک تہائی رات
 عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ (المزل - ۲۴)

عبادت و ذکر و صبر کی تاکید ایک اور عنوان سے :

(۱۳۲) قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝
 وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝
 وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ
 خَاصِرٌ ۝ (المدثر - ۱۴)
 اُٹھئے، پھر ڈرائیے، اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیا
 کیجئے۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھتے اور (بتوں
 کی) گندگی سے الگ رہیے۔ اور کسی کو اس غرض سے
 نہ دیجئے کہ اس سے زیادہ حاصل کیجئے۔ اور اپنے
 پروردگار کی خاطر صبر کرتے رہیے۔

تذکیر کی تاکید ابھی آپ کو اتنی ہو چکی ہے۔ اب اُسی کا ایک اور حکم۔

(۱۳۳) فذِكْرًا نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ -
 آپ تذکیر کرتے رہیے اگر تذکیر کرنا مفید ہوتا ہے۔
 (الاعلہ)

مشروکوں کے کہے ہیں نہ آنے، اور سجدہ سے حصول قرب کا آخری حکم۔

(۱۳۴) كَلَّا لَا تَطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ -
 ہرگز نہیں، آپ اس (منکر مکتذب) کا کہنا نہ مانئے۔
 اور سجدہ کرتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔ (العلق)

غرض یہ کہ جہاں تک عبدیت و مسئولیت کا تعلق ہے، حضرات انبیاءؑ نہ صرف عام افراد
 بشری کے ہم سطح ہوتے ہیں، بلکہ ان پر ذمہ داریاں اور فرائض تو عام افراد بشری سے زیادہ ہی
 عائد ہوتے ہیں۔

باب ۲

قدرت اور انبیاء

دوسری صفات کی طرح صفت قدرت بھی انبیاء برحق کی محدود ہی ہوتی ہے۔ اور شرک پسند قوموں کو ٹھوکران کی صفت علم کی طرح صفت قدرت ہی میں سب سے زیادہ لگی ہے۔ ہادیان طریق کو عموماً قادرِ مطلق ہی سمجھ لیا گیا ہے، اور اسی مفروضہ کی بنا پر حاجت روا و مشکل کشا بھی انہیں قرار دے لیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ جاہلی کی تردید، ہر پہلو اور ہر جہت سے کی ہے۔

پہلی اور سب سے مقدم بات یہ ہے کہ پیغمبروں کا کام صرف تبلیغ پیام ہے یہ اپنی اُمت پر کوئی حاکم یا داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے جاتے، جو جبراً انہیں ہدایت پر لے لے ہی آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

① اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ - (الغاشیہ)
آپؐ تو بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں کچھ ان پر مسلط (کر کے) نہیں بھیجے گئے ہیں۔

یہ ارشاد بار بار ہوا ہے۔

② وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ - آپؐ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

(الانعام - ۱۳۷)

یہی ہدایت ایک برائے نام لفظی فرق کے ساتھ۔

③ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ - کہہ دیجئے کہ میں تم پر کچھ داروغہ نہیں ہوں۔

(الانعام - ۸۷)

یالیوں

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا - ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

(جنی اسرائیل - ۶۷)

یا پھر ذرا اور اضافے کے ساتھ۔

(۵) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوًى أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ○ کیا آپ نے اس کے حال پر بھی نظر کی، جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنایا، تو کیا آپ اس پر ملط

ہو کر رہ سکتے ہیں؟ (الفرقان - ۴۷)

ایک جگہ اور یہی مضمون ذرا تغیر لفظی کے ساتھ۔

(۶) وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ - تو آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے تو ہیں نہیں۔

(ن - ۱۳۷)

ایک جگہ اور، ایک دوسرے لفظ کے ساتھ۔

(۷) وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِیْظًا - اور ہم نے آپ کو ان پر کچھ نگہبان تو بنایا نہیں۔

(الانعام - ۱۳۷)

اور اسی مضمون کو خود پیغمبر کی زبان سے دو دو بار ادا کرایا ہے۔

(۸) وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِیْظٍ (الانعام - ۱۳) اور میں تم پر کچھ نگہبان تو ہوں نہیں۔

(۹) " " " " (ہود - ۷)

کہیں اسی مضمون کو سوالیہ انداز میں دہرایا ہے۔

(۱۰) أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا ○ تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ

مُؤْمِنِينَ - (یونس - ۱۰) وہ ایمان لے آئیں۔

یہ غلط فہمی ایک طرف تو منکروں اور مشرکوں کو منصب رسالت سے متعلق تھی کہ وہ اسے

بھی رسالت کا ایک جزو سمجھ رہے تھے کہ پیغمبر کسی طرح زبردستی اپنی امت دعوت کو ایمان

لے آئے پر مجبور بھی کر دیں اور اوپر کی ساری آیتیں اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے تھیں۔ لیکن دوسری طرف خود پیغمبروں اور بالخصوص ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ افراط شفقت کی بنا پر دل سے یہی دھن لگی ہوئی تھی کہ مخاطبین میں کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے، سب کے سب دعوت توحید قبول ہی کر لیں۔ اس لئے خود ان حضرات کو بھی بار بار آگاہ کیا گیا کہ آپ کو نہ یہ قدرت حاصل، اور نہ آپ کی خواہش کو اس میں کچھ دخل۔ یہ دعوت ایمان کا قبول و رد، اللہ تعالیٰ نے تمام تر اپنی مشیت کو نبی کے ماتحت رکھا ہے۔ حضور کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

﴿۱۱﴾ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ۔ (یوسف - ع ۱۱) اکثر لوگ ایمان نہیں لانے کے، گو آپ کی (کی) حرص ہی ہو۔

دوسری جگہ یہ مضمون یوں آیا ہے کہ اندھے جب اپنی قوت ارادی سے گمانے کے راستہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے، تو آپ انہیں کیسے راہ راست پر لاسکتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ أَفَأَنْتَ تُهْدِيُ الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ۔ (یونس - ع ۵) تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھادیں گے درآخی لیکہ وہ بصارت سے کام لینا ہی نہیں چاہتے؟

اور اس سے معا پہلے ﴿۱۳﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَتَقَلَّبُونَ۔ (ایضاً) تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے درآخی لیکہ وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتے؟

آیت کے یہی دونوں جزو پھر ایک جگہ دہرائے گئے ہیں۔ ﴿۱۴﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ۔ (الزخرف - ع ۴) تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے، یا اندھوں کو راہ دکھادیں گے؟

اور اسی سے ملتا جلتا مضمون ایک جگہ اور ہے، ﴿۱۵﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمُوتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ آپ یقیناً نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں

الصَّامِرَ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیچھے مڑ کر گھا رہے ہوں اور نہ آپؐ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ (النمل - ع ۶)

اور یہی آیت برائے نام لفظی بلکہ حرفی فرق کے ساتھ، سورۃ الروم ع ۵ میں — غرض یہ کہ پیغمبروں کی بے بسی قبول ہدایت خلق کے باب میں واضح سے بھی بڑھ کر واضح ہے۔ پیغمبروں، خصوصاً ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار بتایا گیا، کہ ان کی حیثیت بس ایک یاد دلانے والے، نصیحت کرنے والے تبلیغ کرنے والے کی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، ہدایت کا اختیار تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿۱۶﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ ۖ وَاللَّهُ غَلِيظٌ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَكَفِيْلٌ - (ہود - ع ۲) آپ تو بس ایک ڈرلنے والے ہیں اور ہر چیز کا مختار اللہ ہے۔

﴿۱۷﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۖ (الغاشیہ) آپ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک یاد دلانے والے ہیں۔

﴿۱۸﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ ہم نے آپؐ کو تو بس بشیر و نذیر ہی بنا کر بھیجا۔ (بنی اسرائیل - ع ۱۲)

﴿۱۹﴾ وَمَا عَلَی الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ (النور - ع ۷) پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (احکام و ہدایت کا) اور یہی آیت مکرر ہو کر العنکبوت، ع ۲ میں بھی آئی ہے۔

کہیں خود پیغمبر کی زبان سے یہ کہلایا گیا ہے۔

﴿۲۰﴾ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِیْ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ۔ (النمل - ع ۷) جس کسی نے راہ ہدایت اختیار کی، اس نے اپنے ہی لئے اختیار کی، اور جو گمراہ رہا تو آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تو بس ایک ڈرلنے والا ہی ہوں۔

(۲۱) اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيرٌ - (الفاطر) آپ تو بجز اس کے کہ ایک ڈرانے والے ہیں اور کچھ نہیں۔
آنحضورؐ کو مخاطب کر کے خاص طور پر یہ تلقین ہوئی ہے کہ آپؐ اسے راہ پر نہیں لاسکتے
ہیں جسے آپؐ چاہیں، بلکہ یہ تو مامر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۲۲) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ - (القصاص - ۶ ع)
آپؐ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپؐ چاہیں، بلکہ اللہ ہی راہ ہدایت دکھا دیتا ہے۔
جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے۔

ایک پیغمبرؐ کی زبان سے یہ کہلایا ہے کہ میری سادی ہی سادی کو شش تبلیغ بے اثر
رہے گی، اگر مشیت الہی قبول حق کی تائید میں نہیں۔

(۲۳) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ - (ہود - ۳ ع)
(روح نے اپنی قوم سے کہا) میری خیر خواہی تمہارے
کچھ کام نہیں آسکتی اگرچہ میں تمہاری کیسی ہی خیر
خواہی کروں۔ جبکہ اللہ ہی کا ارادہ تمہیں گمراہ
رکھنے کا ہو۔ وہی تمہارا رب و رزگار ہے۔ اور اس

کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے۔

منکرین و مشرکین اپنے اپنے وقت کے پیغمبروں سے برابر طالب معجزہ و خارق عادت
کے ہوتے رہے ہیں اور انہیں چیلنج کرتے رہے ہیں کہ اگر بڑے خدا رسیدہ ہو تو فلاں فلاں
ہونی بات کر کے دکھا دو، ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر دین کی نصرت و غلبہ کے لئے حضرات
انبیاءؑ کیسی کچھ آرزو اور تڑپ چیلنج کی منظوری کی رکھتے ہوں گے اور کیسے بے قرار ہو کر رہتے
ہوں گے، کہ منکروں کے مطالبے کی طرح بھی پورے ہو کر رہیں۔ اس سب کے باوجود تعلیم اسی
حقیقت کی ہوتی رہی، کہ انبیاءؑ کے اختیار میں کیا ہے، یہ سب تو محض اختیار خداوندی میں
ہے۔

کہیں یہ حقیقت ایک کُلّی صورت میں بیان کی ہے۔

(۲۴) وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ - کسی رسول کے بس میں یہ نہیں کہ وہ ایک نشان (خاص) بھی بغیر اللہ کے حکم کے لاسکے۔

اور اسی حقیقت کو انہیں لفظوں میں ایک بار پھر سورۃ المؤمن ع ۸ میں دہرایا ہے۔ اور کہیں اسے خود پیغمبروں کی زبان سے ادا کرایا ہے۔ عین موقع اشتعال پر اور منکروں کے چیلنج کے وقت ،

(۲۵) وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَهُ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ - (ابراہیم - ۲۷) یہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم تمہیں کوئی معجزہ دکھا سکیں سوا اس صورت کے کہ اللہ ہی کا حکم ہو۔ اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ اگلی آیتیں اپنے اپنے پیغمبروں سے شدید انکار کے ساتھ پیش آئی ہیں ، اور انہیں دعوت دی ہے کہ بڑے سچے ہونو کوئی معجزہ لا دکھاؤ نہ۔

اور پھر یہ حقیقتِ نوسادہ طور پر نبی برحق کی زبان سے ادا کرائی ہے کہ معجزات تو اللہ ہی اپنی قدرت سے دکھاتا ہے ، اور میرا کام تو صرف متنبہ و خبردار کر دینا ہے۔

(۲۶) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ - (العنکبوت ۵) آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں ، اور میں تو محض ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(۲۷) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ - آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں۔ (الانعام - ۱۳ ع)

منکروں کی طرف سے مطالبے معجزے ہی کے ہوتے تھے اور جواب میں پیغمبر کی بے اختیار کا بیان ہوتا تھا۔

(۲۸) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَكُلُّ قَوْمٍ هَادٍ - (الرعد - ۱۷) اور کافر یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے کیوں نہ اُتری (حالانکہ) آپ تو محض ڈرانے والے ہی ہیں ، اور ہر قوم کے

ایک رہبر ہے۔

اور کہیں اس عجز اور بے اختیاری کا اظہار خود پیغمبرؐ کی زبان سے کرایا ہے۔

(۲۹) مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۖ
إِنِ احْكُمُوا إِلَيَّ - (الانعام - ۷۷) میرے پاس وہ نہیں جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ اختیار تو بس تمام تر اللہ ہی کا ہے۔

یا اسی سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ۔

(۳۰) قُلْ لَّوْ أَنِّي عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ
بِهِ لَنُقْضِيَ الْأَمْرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ - (الانعام - ۷۷) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس اگر وہ ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو، تو بس میرا تمہارا فیصلہ ہی (اب تک) ہو چکا ہوتا۔

پیغمبروں کو ہدایت یہ ہوتی ہے کہ منکروں سے کہہ دیں، کہ نتائج کا انتظار تم بھی کرو اور

میں بھی کرو رہا ہوں۔

(۳۱) قُلْ انتظروا إِنَّا مُنتظرون - آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (الانعام - ۲۰۷)

ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر ہے، کہ اُن کی پھونک سے مصنوعی پرندے اُڑنے لگتے تھے۔ اور نابینا اور مبروص اُن سے اچھے ہو جاتے تھے، ان سب جگہ قید "باذنی" (میرے حکم سے) کی لگی ہوئی ہے۔ اور آیت متعلقہ کے اندر یہ لفظ تین تین بار آیا ہے (المائدہ ع ۱۵)

پھر پیغمبرؐ اپنی والی جو کچھ سعی اصلاح کرتے ہیں اُسے بھی منسوب اپنی جانب نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ بھی ان سے بن پڑتی ہے۔ وہ محض توفیق الہی سے ہوتی ہے۔ ایک پیغمبرؐ برحق حضرت شعیبؑ کی زبان سے اس کا پورا اعتراف موجود ہے۔

(۳۲) إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۖ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۖ
میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں۔ جتنی بھی میرے بس میں ہو۔ اور مجھے جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاللَّهِ اُنْيَبُ۔ وہ بھی بس اللہ ہی کی مدد سے اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ہود - ۸ ع)

پیغمبروں کے لئے ظاہری قوت و غلبہ ہرگز لازمی نہیں۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ وہ مکرو کا مقابلہ مادی قوت سے بالکل نہ کر سکے۔ اور اس کا اظہار بھی حسرت سے کیا ہے۔ حضرت ٹوطحانین کی یورش و یلغار دیکھ کر بولے۔

(۳۳) تَوَاتَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اَوْحَتْ اِلَيَّ رُكْنٌ شَدِيدٌ۔ (ہود - ۷ ع) کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی، یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ پکڑتا۔ اور حضرت نوحؑ نے تو عاجز آکر دعا ہی یہ کی ہے۔

(۳۴) اِنِّي مَخْلُوبٌ فَاَنْتَصِرْ۔ میں در ماندہ ہوں تو تو (میری طرف سے) انتقام لے لے۔ (القر - ۱۷ ع)

حضرت ہارونؑ نے اپنے ہی والوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مغلوب پایا۔ اور وہ بھی اس درجہ کو قتل ہوتے ہوئے بچے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ جب پہاڑ سے واپس آئے، تو آپؑ نے اُن سے اسی طرح فریاد کی۔

(۳۵) قَالَ ابْنُ اُمِّ اَبِی الْقَوْمِ اسْتَضْحَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي۔ (الاعراف - ۱۸ ع) بولے کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) ان لوگوں نے مجھے (بالکل ہی) ضعیف سمجھ لیا، اور قریب تھا کہ مجھ کو ہلاک کر ڈالیں،

اور خود حضرت موسیٰؑ نے اپنی بے بسی اپنی ہی قوم کے مقابلہ میں پوری طرح محسوس کی ہے۔ اور اللہ سے اس کی فریاد کی ہے۔

(۳۶) قَالَ رَبِّ اِنِّي لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِي وَآخِي فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ (المائدہ - ۴۷ ع) عرض کی کہ اے پروردگار میں تو بس اپنی جان اور اپنے بھائی ہی پر اختیار رکھتا ہوں تو تو ہی ہم دونوں، اور اس نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔

منکروں نے بعض پیغمبروں سے خود ہی بڑی بے باکی سے اپنے غلبہ و تفوق اور پیغمبروں کی بے بساطی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان سے کہتی ہے۔

(۳۷) **وَ اِنَّا لَنَرُكَ فِتْنًا صَحِيفًا وَّلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَ مَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ۔** (ہود۔ ۸۷)

ہم تو تم کو اپنے درمیان کمزور ہی پاتے ہیں۔ اور اگر تمہاری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تم پر تو پتھر اڑی کر چکے ہوتے۔ اور تم ہمارے مقابلے میں کچھ طاقتور تو ہو نہیں۔

پیغمبروں میں معصیتوں سے بچے رہنے کی جوت ہوتی ہے، یہ بھی ان کی ذاتی نہیں اللہ ہی کی مدد کا ایک ظہور ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے میں ہے کہ جب زوجہ عزیز نے آپؑ کو شریک معصیت کرنا چاہا ہے، تو قریب تھا کہ آپؑ بھی مائل ہو جاتے، کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کسی تائید خصوصی نے آپؑ کو بالکل باز رکھا۔

(۳۸) **لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔**

اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی چکا تھا، اور ان کو بھی اس کا خیال ہو چلا تھا، اگر اپنے پروردگار کی دلیل (صریح) کو انہوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا۔

پیغمبروں کو حق شفاعت دیا گیا ہے، اور ہمارے رسولؐ کا استغفار تو گنہگاروں کے حق میں نعمت ہے۔ لیکن ہمارے رسولؐ کا بھی یہ اکرام عظیم، مستقل اور مطلق نہیں۔ موقعے ایسے بھی آئے۔ جہاں آپؐ کا یہ استغفار بے اثر رہا۔ منافقین عہد رسولؐ کے باب میں ہے۔

(۳۹) **سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔**

ان لوگوں کے حق میں برابر ہے، آپؐ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

دوسری جگہ یہی مضمون اور زیادہ شدت بیان کے ساتھ آیا ہے۔

(۳۰) اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔
 اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً آپ اگر ستر بار بھی ان کے حق میں استغفار
 قُلْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ۔ کریں جب بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

(التوبہ - ع ۱۰)

دوسروں کے نفع و ضرر پر قادر ہونے کی نفی مطلق پیغمبروں کی ذات سے کر دی گئی ہے
 خود حضور کو حکم ملا ہے۔

(۳۱) قُلْ اِنْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَ لَا رَشَدًا۔ (الحج - ع ۲۷)
 آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے حق میں کسی ضرر کا
 اختیار رکھتا ہوں، نہ کسی بھلائی کا۔

اور دوسروں کے حق میں نافع یا ضار ہونا الگ رہا، پیغمبروں کو تعلیم ملی ہے کہ خود اپنے
 ہی نفع و ضرر پر وہ قدرت نہیں رکھتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے۔

(۳۲) قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔ (یونس - ع ۵)
 آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات تک کے لئے تو
 کسی نفع اور ضرر کا اختیار رکھتا نہیں۔ ہاں
 اللہ ہی کو جتنا منظور ہو۔

بلکہ یہاں تک ارشاد ہو گیا ہے۔

(۳۳) قُلْ اِنْ يُجِیْبُنِي مِنَ اللَّهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا۔ (الحج - ع ۲۷)
 آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ سے کوئی پناہ نہیں
 دے سکتا، اور نہ میں اس کے سوا پناہ پاسکتا
 ہوں۔

عبدیت کامل، اور ہر طرح سے نفی اختیار و قدرت کی تصویر اس سے بڑھ کر اور کیسے
 ہوگی۔

باب ۳

غم اور انبیاء

غصہ، خوف، خوشی، وغیرہ کی طرح غم و حزن بھی بشر کی ایک طبعی کیفیت کا نام ہے۔ اور حضرات انبیاء اس جذبہ سے بھی ماورا اور مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ غم، حزن، ملال، ناگواری جس طرح سب کے لئے ہیں۔ پیغمبروں کے لئے بھی امر طبعی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے تذکرے میں، ایک بار نہیں، دوبار آیا ہے کہ جب آپؑ اپنی قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع وحی الہی سے پا کر، کوہ طور سے بعثت واپس تشریف لائے ہیں۔ تو غصہ کے ساتھ ساتھ رنج و ملال سے بھرے ہوئے تھے۔

① وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا (اعراف - ۱۸۶) اور موسیٰؑ جب اپنی قوم کی طرف واپس آئے، غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے تھے

② فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا (طہ - ۴۷) اور موسیٰؑ واپس آئے اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

حضرت یوسفؑ جیسے محبوب فرزند کے فراق میں حضرت یعقوبؑ کے ملال و شدت حزن کا بیان تفصیل اور تکرار سے آیا ہے۔ ایک جگہ اپنے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

③ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنَّ تَدْهُبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ (یوسف - ۲۷) آپ بولے کہ مجھے یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم (یوسفؑ کو) اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے اندیشہ ہے انہیں بھیڑ یا کھا جاوے۔

اور پھر جب فراق یوسفؑ میں ایک عرصہ گزر چکا، اس وقت آپ کے غم و الم کا منظر۔

(۴) وَقَالَ يَا سَفَى عَلَى يَوْسُفَ وَ
ابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ وَهُوَ
كَظِيمٌ - (یوسف - ۱۰ ع)

اور فرزند ان یعقوب اپنے والد ماجد کی شدتِ غم کا تاثر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(۵) قَالُوا اتَاكَ اللَّهُ تَفْتُؤًا تَذَكُّرُ
يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَصًا أَوْ
تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ - (ایضاً)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں منظر کتنے شدید ہی غم و الم کے مظہر ہو سکتے ہیں۔ حضرت یعقوب اپنے لڑکوں کے جواب میں جو کچھ فرماتے ہیں، اس میں اس شدتِ تاثر سے ذرا انکار نہیں کرتے، صرف اس کا رخ ایک مرد خدا کی طرح بجائے مخلوق کے خالق کی طرف منہ پھیر دیتے ہیں۔

(۶) قَالَ إِنَّمَا أَتَسْكَبُ ابْنِي وَحُزْنِي
آپ بولے کہ میں اپنے درد و غم کا دکھڑا (تم
سے کہیں تھوڑے روتا ہوں) صرف اپنے اللہ
کے سامنے روتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ جب اپنے کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کر چکے ہیں، تو اپنے والد ماجد کے افراطِ غم کا علاج یہی تجویز کرتے ہیں کہ اپنا پیرا بہن ان کی آنکھوں پر ڈال دیں، جس سے ان کی کھوئی ہوئی بینائی پھر واپس آجائے گی۔

(۷) إِذْ هَبُوا بَقِيَّةَ صَبِيٍّ هَذَا أَفَلَا تَقْوُ
عَلَى وَجْهِ أَبِي يَاتٍ بَصِيرًا - (ایضاً)

جاؤ، اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

چنانچہ یہی علاج کارگر ہوا۔ اور اس تدبیر سے آپ کی بینائی واپس آئی۔

(۸) فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ آلْقَهْ عَلَى
وَجْهِهِ فَأَرْتَدَّ بَصِيرًا۔ (یوسف ع)
پھر جب خوش خبری لانے والا پہنچا، تو اس نے
وہ پیر میں آپ کے چہرے پر ڈال دیا۔ اور اس
سے آپ کی بینائی واپس آگئی۔

اللہ اکبر، کیا ٹھکانا ہے اس تعلق قلب کا جو اس پیسیر برحق کو اپنے صاحبزادے
کے ساتھ تھا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر جب اپنی ساری تبلیغی کوششیں ضائع جاتے دیکھیں تو رنج
و ملال پیدا ہونا طبعی تھا۔ اُن سے ارشاد ہوا ہے۔
(۹) فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اس پر تاسف نہ
(ہود - ۴۷) کرو۔

حضرت لوطؑ کے تذکرے میں ہے کہ جب فرشتے نوحؑ کی شکل میں آپ کے پاس
پہنچے تو قدرتا آپ کو بڑا تردد اور بڑا اندیشہ پیدا ہوا جس پر اُن فرشتوں کو آپ کو سمجھانا پڑا۔
(۱۰) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا

سَيِّئَ بِيَهُمْ وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَ
قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ۔
اور جب ہم اے وہ فرستائے لوطؑ کے ہاں پہنچے،
تو لوطؑ ان کے باعث مغموم ہوئے اور ان کے
باعث تنگ دل ہوئے اور وہ فرشتے کہنے
(العنکبوت - ۲۷)

لگے کہ آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں۔
خبر و وحسین لوطؑ کے آجانے سے، اس فضا اور ماحول میں ایک باعزت شریف انسان
کو فکر و تشویش قدرتی تھی، اور وہ آپ کو بھی ہو کر رہی۔

حضرت یونسؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ جب وہ ایک مریضہ مچھلی کے پیٹ میں قید تھے، تو عوام
انسانوں کی طرح انہوں نے بھی گھٹن محسوس کی، اور اس گھٹن سے نجات پانے کی انہوں نے دعا
کی۔ اور اس دعا کو قبول کر کے انہیں اس غم سے نجات بخشی گئی۔ اور ایسی نجات مومنین کے

لئے عام ہے۔

﴿۱۱﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ۔
سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ (الانبیاء - ۶۷)

خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جراثیم مخالفین و معاندین کی طرف سے پہنچتی تھیں جن سے آپ صدمہ و غم محسوس کرتے تھے، ان کا ذکر بھی قرآن مجید نے صراحت و تکرار کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔ (الحجر - ۶۷)
اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے رہتے ہیں۔ اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔

یا ان الفاظ میں

﴿۱۳﴾ قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ۔ (الانعام - ۴۷)
ہم خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس سے آپ کو رنج ہوتا ہے۔

اور کہیں یوں کہ مومنین کے درد دکھ کو رسولؐ اپنا درد دکھ محسوس کرتے ہیں۔
﴿۱۴﴾ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ (البرہ - ۱۶)
ان (رسولؐ) پر گراں گزرتی ہے جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے۔

کہیں آپ کو افراط غم و ملال سے روکا ہے۔

﴿۱۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔ (الکہف - ۱۷)
تو یہ لوگ اگر اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو آپ شاید ان کے پیچھے غم سے اپنی جان ہی دے دیں گے۔

یا اسی سے ملتے ہوئے مختصر تر لفظوں میں :

﴿۱۶﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ إِلَّا يَكُونُوا
آپ شاید اس پر اپنی جان ہی دے دیں کہ

مُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء ۱۷) یہ لوگ ایمان نہیں لارہے ہیں۔
 حزن و ملال، آپ کو کافروں کے انکار و عناد سے پیدا ہونا بالکل ایک امر طبعی تھا،
 اس سے آپ کو متعدد موقعوں پر روکا گیا ہے۔
 (۱۷) وَلَا يَخْزُنْكَ قَوْلُهُمْ۔ (یونس ۷) ان لوگوں کی گفتگو آپ کو رنج میں نہ ڈالے۔

یا یوں کہ

(۱۸) وَلَا تَخْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ (الحجر ۶۷) آپ ان لوگوں پر غم نہ کیجئے۔
 یا ذرا اضافہ کے ساتھ یوں، کہ
 (۱۹) وَلَا تَخْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَلٰقٍ مِّمَّا يَكْمُرُونَ (النحل ۶۷) یہ چلتے ہیں، اُن سے طول نہ ہو جائے۔
 اور یا پھر اس جامع عبارت میں، کہ
 (۲۰) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ۔ (فاطر ۲۷) ہمیں ان پر افسوس کرتے کرتے آپ کی جاں
 ہی نہ جاتی رہے۔

اتنی نصرت و حمایت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ غم و حزن صدمہ و ملال جس طرح
 ہر بشر کی زندگی کا جزو ہیں۔ حضرات انبیاء بھی ان سے خالی نہیں رہے ہیں۔

باب (۴)

غَضَبُ اور انبیاء

بشری جذبات میں خوف، مسرت وغیرہ ہی کی طرح ایک جذبہ غصہ یا غضب کا بھی ہوتا ہے، جو عموماً فرط غیرت سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کو بڑے حلیم، بڑے رحیم، بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سرے سے اُن میں قوتِ غضبی ہوتی نہیں۔ یا وہ اشتغال کسی موقع پر قبول ہی نہیں کرتے۔ غصہ انہیں بھی دوسرے انسانوں کی طرح آتا ہے، البتہ اپنے محل ہی پر آتا ہے۔ بیجا اور خواہ مخواہ نہیں آجایا کرتا۔ اور یہ حال تو مومنین صادقین کا بھی ہے کہ اشتغال کے وقت عموماً وہ اس کے متضاد پر عمل نہیں کرتے، بلکہ شانِ غفوریت کا پرتو دکھاتے رہتے ہیں۔

① وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ۔ اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو (جائے اس کے) (الشوریٰ - ۴۷) متضاد پر عمل کرنے کے) معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے غصہ کا ذکر قرآن مجید نے مراحت کے ساتھ اور بار بار کیا ہے۔

حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر توریت لینے گئے ہیں، اور اسرائیلیوں نے آپ کی غیبت میں گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے، اور آپ کو اس کی اطلاع وہیں پہاڑ پر وحی الہی سے ملی ہے، تو آپ غیرتِ دینی سے جوش میں بھرے ہوئے بہ عجلت پہاڑ سے اترے ہیں، اور حضرت ہارونؑ پر، جن کو آپ اپنا جانشین بنا گئے تھے، ناراضگی کا اظہار خصوصیت سے کیا ہے۔

۲) وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسًا خَلَفْتُمُونِي مِنِّي بَدَلْتُمُونِي بِأَعْيُنِكُمْ وَأَخَذْتُم مِّنِّي زِينَتِي وَآتَيْتُمُونِي بِلِبَاسٍ عِجَازٍ وَكِبَاسٍ وَنَجَسٍ
اور جب موسیٰ اپنی قوم کی جانب واپس ہوئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد بڑی نامقول حرکت کی۔ کیا اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی۔ اور (توریت) کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انہیں اپنی طرف گھٹینے لگے۔

توریت کی تختیوں کو زمین پر پھینک دینا، اور اپنے بھائی پر، جو میر بھی تھے، جسمانی حملہ کر بیٹھنا، ظاہر ہے کہ انتہائی غیظ و غضب ہی میں ہو سکتا ہے۔ اور یہاں تو غصہ ظاہر ہے کہ کسی شخصی معاملہ میں نہیں، دین توحید کی توہین پر تھا۔

پھر چند ہی سطریں بعد ہے۔

۳) وَلَمَّا سَأَلْتَعْنَىٰ مُوسَىٰ الْغَضَبَ أَخَذَ الْأَلْوَابَ - (الاعراف - ۱۹)
جب موسیٰ کا غصہ فرو ہو گیا۔ انہوں نے تختیاں (زمین سے) اٹھالیں۔

اسی غیظ فی اللہ کا ذکر ایک دوسری جگہ اختصار و اجمال کے ساتھ ہے۔

۴) فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا - (طہ - ۴)
پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

اور اس کے ذرا بعد ہے، کہ جب آپ نے حضرت ہارونؑ سے مواخذہ کیا ہے، کہ تم نے ان لوگوں کو اس مرتع گراہی سے روکا کیوں نہیں۔ تو جواب میں حضرت ہارونؑ کے الفاظ قابل غور ہیں۔

۵) قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَأْخُذْ بِهِنَّ فَإِنَّكَ مَفْعُولٌ لِّمِثْلِ بِرِّهِنَّ
ہارون بولے، کہ اے میرے ماں جانے بھائی میری دائرہ اور میرا سر نہ پکڑے (یعنی نہیں چھوڑ دیکھئے)۔

چھوڑ دیکھئے۔

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ فرط غضب اور غیرت دینی میں، جسمانی حملے کے کن حد و تک پہنچ گئے تھے۔

قرآن مجید یہ سائے تذکرے بغیر کسی نیکر یا شائبہ نیکر کے نقل کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہونے کے ایسے موقعوں پر یہ شدت غضب، نہ صرف طبعی تھی، بلکہ جواز عقلی و شرعی بھی رکھتی تھی۔

ایک جگہ، اس سلسلے سے الگ، حضرت موسیٰ کی یہ دعا بھی فرعون اور فرعونوں پر نقل ہوئی ہے۔

⑥ وَ اَشْدُّ دَعْوًا عَلَيْهِمْ فَلَا تُؤْمِنُوا
حَتّٰی يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔
ان کے مالوں کو تھس تھس کر دے اور ان کے
دلوں کو سخت کر دے، کہ یہ ایمان نہ لانے پائیں
یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں۔
(یونس - ع ۹)

ظاہر ہے کہ ایسی بد دعا، شدید غضب فی اللہ ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

حضرت یونس بھی ایک پیغمبر برحق ہی ہوئے ہیں۔ ان کے تذکرے میں ہے کہ جب ان کے خیال کے مطابق عذاب حسب وعدہ ان کی قوم پر نہ آیا، تو وہ غصّہ سے مغلوب ہو کر، شہر چھوڑ کر چل کھڑے ہوئے۔

④ وَ ذَا النُّونِ اُذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا
فَخَظَنَ اَنْ لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ۔
اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے جب وہ
غصّہ میں بھر کر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ
ہم ان پر گرفت نہ کر سکیں گے۔
(الانبیاء - ع ۶)

حق تعالیٰ سے یہ بدظنی (بالکل وقتی طور پر ہی) صرف غضب شدید سے خنوبیت

ہی کی حالت میں ممکن ہے۔ غرض یہ کہ غضب بلکہ شدت غضب بھی جس طرح ساری نوع بشر کے لئے طبعی ہے۔ انبیاء و مرسلین کے لئے بھی ہے۔

باب ۵

خوف اور انبیاء

غم، غضب، وغیرہ کی طرح خوف بھی بشری زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ ڈر انسان کے لئے ایک طبعی چیز ہے۔ اور انسان ہر اس چیز سے ڈرتا رہتا ہے، جو اسے نقص پہنچا دینے کی قوت رکھتی ہے نامعلوم، نامانوس، چیزوں سے وحشت اور گھبراہٹ بھی فطرت بشری میں داخل ہے۔

قرآن مجید نے دوسرے جذبات کے ساتھ اس جذبہ کا بھی اثبات حضرات انبیاء کے حق میں زور و قوت کے ساتھ کیا ہے۔ اور خوف و حزن کا اجتماع اکثر ہوتا ہے، اس لئے قرآن مجید نے ان دونوں کا بھی ذکر کہیں کہیں ساتھ ساتھ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل کے تذکرے میں ہے، کہ جب آپ کے پاس کچھ اجنبی مہمان وارد ہوئے، اور آپ نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، جسے انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا، تو آپ کو (اس زمانہ کے دستور کے مطابق، کہ ڈاکو اور ہزن، جس کو لوٹنا چاہتے تھے، اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتے تھے) ان سے خوف پیدا ہوا۔ اس پر ان نوواردوں نے آپ کو تسکین دی۔

① فَلَمَّا رَأَوْهُمُ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ
تَكَرَّهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً
قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ
لَّوْطٍ۔ (ہود۔ ع ۷)

جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان (نوواردوں) کے ہاتھ اس (کھانے) تک نہیں جا رہے ہیں تو آپ ان سے متوحش ہوئے۔ اور ان سے آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ وہ (نووارد)

بولے، آپ ڈریئے نہیں، ہم قوم لوط کی طرف
فرستادہ ہیں۔

اور یہی مضمون ایک دوسری جگہ ہے۔ اور یہاں بھی خوف کے دُہرے دُہرے ذکر
کے ساتھ :

(۲) فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ ۚ (الذاریات - ۴۷) آپ کے دل میں ان سے خوف پیدا ہوا، وہ
(نواوارد) بولے کہ آپ ڈریئے نہیں،
اور پھر یہ مضمون ایک تیسری جگہ بھی وارد ہوا ہے، خوف کی اسی صراحت اور
اسی تکرار کے ساتھ۔

(۳) قَالَ إِنَّا مِرْكُكُمْ وَجَلُونَ ۚ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ
عَلِيمٍ ۚ (الحجر - ۴۷) ابراہیم بولے، ہم تو تم لوگوں سے ڈر معلوم
ہوتا ہے وہ بولے ڈریئے نہیں ہم آپ کو
ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں۔
ایک جگہ یہ مزید تصریح بہ طور ضمیمہ کے آئی ہے۔

(۴) فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
الرَّوْمُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ - (ہود - ۷۷)
پھر جب ابراہیم کے دل سے دہشت دور
ہو چکی، اور انہیں خوشخبری مل چکی الخ

یہی اللہ کے فرستادے، جب نوجوان خوب روٹکوں کی شکل میں حضرت لوط کے پاس
پہنچے ہیں، تو قدرتنا آپ کو بھی تردد و تشویش ہی نے گھیرا۔

(۵) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا
سَيِّئًا بِهَمٍّ وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۚ (العنکبوت - ۴۷)
اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے،
تو آپ ان کے سبب غمغوم ہوئے اور ان کے
سبب تنگ دل ہوئے تو ان (فرستادوں)
نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ طول ہو جائے۔

حضرت لوطؑ نے اس موقع پر اپنے ہم قوموں سے جو گفتگو کی ہے خود اس سے آپؐ کی تشویش عیاں ہو رہی ہے۔

⑥ قَاتِلُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي ضَيْفِ آلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ۔
اللہ سے ڈرو، اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی

نہیں؟

(ہود - ۷۷)

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے جب آپ کے پاس آکر یوسفؑ کو اپنے ساتھ جنگل لے جانے کی اجازت چاہتے ہیں، تو آپؑ پر حالات کے عین مطابق اور طبعی طور پر تردد و تشویش کا غلبہ ہوتا ہے۔

④ قَالَ اِنِّي لَيَحْزُنُنِي اَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَاَخَافُ اَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ۔
یعقوب بولے مجھے اس سے فکر ہو رہی ہے کہ تم یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے جاؤ، اور وہ انہیں بھیڑ یا کھا جائے۔

(یوسف - ۲۷)

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے جب ایک مصری (قبطی) نادانستہ قتل ہو گیا۔ تو آپؑ پر انجام کے خیال سے دہشت طاری ہوئی۔

⑧ قَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ (القصص - ۲۷)
شہر میں موسیٰؑ نے صبح کی۔ خوف اور دہشت کی حالت میں۔

پھر جب شہر چھوڑ کر آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے ہیں تو بھی اسی حالت میں، اور اللہ سے دعا اور پناہ مانگتے ہوئے۔

⑨ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔
آپ شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی حالت میں، اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں سے نجات دے۔

(ایضاً)

ان کی تسکین و تسلی کے لئے غیب سے جو ندا آئی، اس میں بھی راحت و خوف کی ہے۔

⑩ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (القصص - ۲۷) ارشاد ہوا کہ ڈرو نہیں، تمہیں ظالم لوگوں سے نجات مل گئی۔

یہی حضرت موسیٰؑ جب منصب نبوت پر سرفراز ہو چکے ہیں اور دعوت کے ساتھ مصروفِ مہر کی طرف بھیجے جا رہے ہیں، تو اس وقت بھی اندیشہ انتقام سے آپ خائف ہیں۔

⑪ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (القصص - ۲۷) (موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں ان لوگوں میں سے ایک شخص کو ہلاک کر چکا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں کہ لوگ مجھے نہ مار ڈالیں۔)

پھر خود تبلیغ رسالت کے صلے میں بھی آپؑ کو اور آپؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کو، کہ وہ بھی سیر ہو رہے ہیں۔ ادھر سے ظلم اور زیادتی کا خوف و اندیشہ ہی ہے۔ اور آپؑ کو تسکین اسی سلسلے میں دی جاتی ہے۔

⑫ قَالَ رَبَّنَا إِنَّنَا لَمُخَافَاتُ أَنْ يَفْضَرُ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطَّغَىٰ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طہ - ۲۷) دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہم کو تو یہ ڈر ہے کہ وہ ہمارے اوپر زیادتی کر بیٹھے یا (اور زیادہ) سرکشی اختیار کر لے۔ ارشاد ہوا کہ تم دونوں ڈرو نہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

اور حضرت موسیٰؑ نے تو اور زیادہ خوف و اندیشہ کا اظہار، فرعون اور فرعونوں کی طرف سے کیا۔

⑬ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّمُونِي وَيُضَيِّقُوا صَدْرِي وَلَا يُنْقِضُوا لِي سُلْطَانًا فَارْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ وَلَهُمْ

حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں نہیں، اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے۔ اور میری

عَلَى ذَنْبٍ فَاحَاتُ أَنْ يَقْتُلُونِ - زبان نہیں چل رہی ہے۔ تو تیرے ہمراہ
(الشراء۔ ۲۷)
ہارون کو کر دے۔ اور ان لوگوں کا ایک جرم
بھی تو میں کر چکا ہوں۔ تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ
مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

پھر جب انہیں حضرت موسیٰ کا مقابلہ دربار فرعون کے ساحروں سے آپڑا ہے۔ اور
انہوں نے شعبہ بازی کے زور سے رستیوں کے سانپ بنا بنا کر دوڑائے ہیں۔ تو پھر یہ پیمر
برحق وقتی طور پر ڈر گئے ہیں۔

﴿۱۴﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى اب موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف مظم ہوا،
قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ہم نے کہا کہ ڈرو نہیں، غالب تم ہی رہو گے۔
(طہ۔ ۳۷)

لفظ خوف کا مکرر آنا تاکید ہی کے لئے ہے۔ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت نہیں۔
اور یہ تو خیر دشمن سے مقابلہ کا میدان تھا، جب حضرت موسیٰ کو عصا کے سانپ بن جانے
کا معجزہ عطا ہوا تو باوجودیکہ آپ کے انتہائی اکرام و عزت افزائی کا موقع تھا۔ آپ پر خود اپنے
ہی معجزہ کو دیکھ کر انتہائی خوف طاری ہوا۔

﴿۱۵﴾ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَى لَا
تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ۔ اور جب آپ نے اس (عصا) کو لہراتے ہوئے
دیکھا کہ جیسے وہ سانپ ہے۔ تو آپ اُلٹے پڑے
بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا، اے
موسیٰ ڈرو نہیں۔ ہمارے سامنے پیمر ڈرا نہیں
(النمل۔ ۱۷)

کرتے۔

اور یہی مضمون ایسی ہی مراحت و تاکید کے ساتھ ایک دوسری جگہ۔

﴿۱۶﴾ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ پھر جب آپ نے اس (عصا) کو دیکھا کہ وہ لہرا

وَلِي مُدَبِّرًا وَلَهُ يَعْقِبُ يُمُوسَىٰ أَقْبَلُ
 رہا ہے، جیسے کہ سانپ، تو آپ اُلٹے پیروں
 بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰ سنا
 (القصص - ع ۴۷) کرو اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح محفوظ ہو۔

غرض انتہائی خوف بلکہ دہشت تک کی کیفیت اور وہ بھی مادی خوفناک چیزوں سے
 پیسروں پر برابری ہوتی رہی ہے۔ اور اس حیثیت سے سمیر عام فطرت بشری سے ماورا
 نہیں ہوتے۔

باب ۶

نسیان اور انبیاء

انبیاء سے جس چیز کی نفی کی گئی ہے، اور جس سے معصوم رکھا گیا ہے، وہ معصیت ہے۔ یعنی اللہ کے کسی حکم یا قانون کی ارادی نافرمانی۔ یا وحی الہی میں کسی قسم کا تصرف۔ باقی جو امور طبعی لوازم بشریت ہیں، خواہ جسمانی ہوں یا دماغی و عقلی، اُن سے نفی کہیں بھی نہیں آئی ہے۔ بلکہ اگر ان سے پیغمبروں کو یکسر محفوظ بنا کر بھیجا جاتا تو مسکروں اور کافروں پر حجت کیونکر قائم ہوتی اور **يَسِّرْ قَسْرُكَ** کا تحقق کس طرح ہوتا۔

وقتی دماغ فرد گزاشت یا سہو و نسیان ایک خاصہ نبی آدم ہے، قرآن مجید نے اسے صاف کر دیا ہے، کہ یہ خاصہ تو انسان کے خود ابوالآبار حضرت آدمؑ میں پایا گیا ہے۔

① **وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ** اور اس سے قبل ہم نے آدم کو ایک حکم دیا تھا، **فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا**۔ (طہ۔ ۶۴) سو وہ (اُسے) بھول گئے، اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔

یعنی ہمہ وقتی و ہر جہتی استحضار آدمؑ سے نہ ہو سکا۔

حضرت موسیٰؑ جب حسب ہدایت الہی ایک بندہ عارف کی تلاش میں ایک رفیق کو ساتھ لے کر چلے ہیں، تو راستہ میں ایک مقام پر اپنے ساتھ کی مچھلی ان کے ذہن سے بالکل نکل گئی۔

② **فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا** جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو **حَوَتْهُمَا**۔ (الکہف۔ ۹۴) اپنے ساتھ کی مچھلی دونوں (بالکل) بھول گئے۔

نسیان یا بھول جانے کا انتساب قرآن مجید نے جس طرح ایک غیر نبی و غیر معصوم نبی سفر پر کیا ہے، ٹھیک اسی طرح موسیٰ نبی معصوم کی طرف بھی کیا ہے۔

پھر حضرت موسیٰ جب اس بندہ عارف سے ملتے ہیں، اور وہ آپ سے بعض باتوں پر مواخذہ کرتے ہیں، تو آپ عذر میں اپنی اسی بھول چوک کو پیش کرتے ہیں۔

(۳) قَالَ لَا تَأْخُذْ بَعَثَ نَسِيتُ موسیٰ نے کہا آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ
وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عَسْرًا۔ کیجئے اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ پر تنگی
(الکہف - ع ۱۰) نہ ڈالئے۔

گویا حضرت موسیٰ اپنے نسیان کو نہ صرف بہ طور واقعہ پیش کرتے ہیں بلکہ محل معذرت پر اسے کافی بھی سمجھتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ
(۴) وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ۔ اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کیجئے۔ جب بھول
(الکہف - ع ۴) جایا کیجئے۔

تو معلوم ہوا کہ نسیان ایک لازمہ بشریت ہے، اور ایسی چیز ہے جو مرتبہ افضل البشر اور سرور انبیاء کے منافی اور اس کی قاصر نہیں۔

باب ۷

موت اور انبیاء

بشریت، عبدیت، مخلوقیت کا سب سے بڑا مظہر موت ہے باقی اور غیر فانی صرف وہ ہے، جو سب کا خالق و پروردگار ہے۔ باقی مخلوق میں جو افضل الخلاق اور خیر البریہ ہیں۔ انہیں بھی فنا اور موت سے چارہ نہیں۔ قرآن مجید نے یہ حقیقت، متعدد مقامات پر، اور مختلف طریقے اختیار کر کے، خوب وضاحت سے عیاں کر دی ہے کہ حضرات انبیاء اپنی اس حیات ناسوتی میں، غیر فانی نہیں فانی ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کی وفات طبعی طور پر بھی ہوتی رہتی ہے اور قتل و شہادت سے بھی۔

انبیاء بنی اسرائیل کے سلسلہ میں قوم اسرائیل کے خلاف بار بار یہ جرم عاید کیا ہے کہ یہ اپنے پیغمبروں کو ناحق قتل یا شہید کرتے آئے ہیں۔

① وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ یہ (اپنے) پیغمبروں کو بے قصور قتل کرتے ہیں

(البقرہ - ۷۷)

② وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ یہ (اپنے) پیغمبروں کو بے قصور قتل کرتے

رہے ہیں۔ (آل عمران - ۳۷)

اور ذرا سے تغیر الفاظ کے ساتھ اسرائیلیوں کے جرائم کے سیاق میں۔

③ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور ان کا پیغمبروں کو بے قصور قتل

کر ڈالنے (کا جرم)۔ (آل عمران - ۹۷)

④ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ۔ اور ان کا پیغمبروں کو بے قصور قتل

ڈالنے (کا جرم)

حَقِّ - (النساء - ۲۲ ع)

یہی مضمون ذرا مختلف عبارت میں - اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے -

⑤ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ - (البقرہ - ۱۱۷ ع) (کچھ پیغمبروں کو تو تم نے جھٹلایا) اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا -

اور ایک جگہ اور بجائے خطاب کے صیغہ غائب میں -

⑥ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ - (المائدہ - ۱۰ ع) کچھ (پیغمبروں) کو تو انہوں نے جھٹلادیا اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا -

بعض پیغمبران جلیل کا نام لے کر ان کی موت یا ہلاکت کا ذکر فرمایا گیا ہے - مثلاً -
⑦ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ - اور وہ وقت، جب یعقوبؑ کو موت آگئی -

(البقرہ - ۱۶ ع)

یا حضرت مسیحؑ کے سلسلے میں یہود کی زبان سے -

⑧ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ - ہم نے ہلاک کر دیا ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو -
(النساء - ۲۲ ع)

یا حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ میں -

⑨ فَلَمَّا قَفَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ - جب ہم نے ان پر موت طاری کی، تو ان (جنّا) کو کسی نے (سلیمان) کی موت پر خبر نہ دی بجز ایک زمین کی کڑے کے -
(سبا - ۲ ع)

یا اسی طرح حضرت یوسفؑ کے سلسلے میں، ایک مومن مصری مشرکوں سے کہتا ہے -

⑩ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى اِذَا هَلَكَ (الزُّنُورُ ۱۰) اور اس کے قبل تمہارے پاس یوسفؑ دلائل لے کر آچکے، لیکن تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے - جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے،

یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی۔ تو....

خود حضور انورؐ سے متعلق واقعہ وفات، صراحت کے ساتھ کئی کئی طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ کہیں بہ طور فرض و احتمال مثلاً

⑪ فَأَمَّا نَذُّهُبَنَّ بِكَ (الزخرف ۴) پھر خواہ ہم آپ کو اٹھالیں۔

یا ایک دوسرے لفظ کے ساتھ۔

⑫ أَوَلَمْ تَوَفَّيْنَاكَ - (المومن ۵۶) یا ہم آپ کو وفات دے دیں۔

⑬ أَوَلَمْ تَوَفَّيْنَاكَ - (الرعد ۶) (ایضاً)

یا یہی مضمون خود آپ کی زبان سے کہلایا گیا ہے۔

⑭ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ (الملك، ۲۷) آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مجھے

وَمَنْ مَعِيَ۔ اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

بلکہ کہیں تو اس ناگزیر واقعہ کو منکرین کے سامنے بہ طور حجت کے پیش کیا ہے اور

اُسے ایک عالمگیر بشری قانون، بلکہ حیاتیاتی کلیۃً بتایا ہے،

⑮ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ (الانبیاء، ۲۱) اور ہم نے آپ سے قبل کسی بشر کو بھی ہمیشہ رخ

الْخُلْدِ آفَاقِينَ مَتَّ فَهُمْ الْخُلْدُونَ والا نہیں بنایا تو کیا اگر آپ کی وفات ہو جائے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ تو یہ لوگ ہمیشہ ہمیش کو رہیں گے؟ موت کا

مزا ہر جاندار کو چکھنا ہے۔ (الانبیاء - ۳۷)

طبعی موت اور قتل دونوں صورتیں آپ کے لئے فرض کر کے نو مسلموں سے خطاب

کیا ہے۔

⑯ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ (الاحزاب، ۴۰) اور محمدؐ کچھ اور نہیں بس رسول ہی ہیں۔ ان کے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ آفَاقِينَ مَاتَ أَوْ پیشتر بھی (بہت سے) رسول گزر چکے ہیں۔ تو اگر

قَتَلَ انْقَلَبَتْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ (آل عمران، ۱۵۷) یہ وفا پالگے یا قتل ہو گئے تو کیا تم الٹ پڑیں واپس

ہو جاؤ گے؟

اس میں ضمناً پچھلے پیغمبروں کی بھی وفات کا ذکر آگیا۔
ایک جگہ صاف حکم کی صورت میں آپؐ سے فرمایا ہے کہ جب تک وقت موعود نہ آجائے
عبادت میں لگے رہیے۔

(۱۷) **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ**۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیے،
(الحجر-۶۷) یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

اور ایک مقام پر تو صاف صاف آپؐ کو، اور سارے انسانوں کو موت کے نقطہ نظر
سے ایک صف میں لاکھڑا کیا ہے۔

(۱۸) **إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ**۔ آپ کو بھی موت آنے والی ہے، اور ان (سب)
(الزمر-۳۷) کو بھی موت آنے والی ہے۔

غرض یہ کہ موت، جو بشریت بلکہ مخلوقیت کا سب سے بڑا منظر ہے اس کے لحاظ سے
قرآن مجید نے سارے انبیاء (بشمول سرور انبیاء) کو وضاحت کے ساتھ نوع انسانی کے ساتھ
ایک ہی سطح پر رکھا ہے۔

باب ۸

علم اور انبیاء

قدرت کامل کی طرح علم کامل کی صفت بھی خاصہ خداوندی ہے۔ دوسرے مذہبوں کا عقیدہ اذکاروں یا الوہیت کے مظہروں سے متعلق جو کچھ بھی ہو، اسلام میں پیغمبر کا بھی علم ہر دوسرے بشر کی طرح محدود ہی ہوتا ہے۔ گو اس کا دائرہ عام بشری علم سے کہیں زیادہ وسیع ہو یہ پیغمبری دائرہ علم وسیع جتنا بھی ہو، بہر حال محدود ہی ہوگا۔ اور ایک عالم غیب یا مغیبات کا اس کے لئے بھی ہوگا۔ اسلام اس عقیدہ کے شائبہ کا بھی روادار نہیں، کہ رسول بھی کوئی حاضر و ناظر ہوتے ہیں یا کسی معنی میں بھی عالم کل ہستیاں ہیں۔

میدانِ حشر کے ایک منظر کے سلسلے میں ہے۔

① یَوْمَ یَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ۔ وہ دن بھی یاد کرو جب (سارے) رسولوں کو اللہ
فَیَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ۔ اکٹھا کرے گا، اور ان سے سوال کرے گا کہ تمہیں
کیا کیا جواب (اپنی امتوں کی طرف سے) ملا۔ وہ
عرض کریں گے۔ ہمیں کوئی علم نہیں، چھپی ہوئی باتوں
(المائدہ - ۱۵ ع)
کا بس تو ہی خوب جاننے والا ہے۔

یہ گویا جمیع انبیاء اور رسل کی زبان سے اقرار ہے کہ علم غیب ہمیں کہاں یہ تو بس آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اسی ایک حقیقت کو مختلف موقعوں پر اور مختلف پیرایوں میں ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

② مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ پیغمبر کا کام تو صرف (پیام کا) پہنچا دینا ہے (باقی)

وَاللّٰهُ يَخْلَعُ مَا تَبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تُمْنُونَ
(المائدہ - ۱۳ ع)

تم جو ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

اور کہیں ان الفاظ میں۔

۳) فَقُلْ اِسْمَا الْغَيْبِ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوا
اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ
(یونس - ۳ ع)

آپ کہہ دیجیے کہ غیب کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے۔
سو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ
انتظار کرنے والوں میں ہوں،

اور کہیں اس عبارت کے ساتھ۔

۴) لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ
وَتَوْكَّلْ عَلَيْهِ - (زود - ۱۰ ع)

آسمانوں اور زمین کی جتنی بھی چھپی ہوئی چیزیں
ہیں، وہ اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ اور ہر شے اسی
کی طرف رجوع ہونے والی ہے۔ بس آپ اسکی
عبادت کرتے رہئے اور اسی پر توکل رکھیے۔

ان بالواسطہ طریقوں کے علاوہ براہ راست اور فرداً فرداً بھی نفی مختلف انبیاء سے
علم کامل اور علم غیب کی ہے۔ چنانچہ نبی الاول العزم حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے کہ جب
آپ کو ایک بندہ مقرب کے پاس بھیجا گیا، جنہیں بعض علوم خصوصی سے نوازا جا چکا تھا،
مگر جن کی پیمری کے ذکر سے قرآن مجید خاموش ہے، تو آپ نے ان سے عرض کیا،
۵) هَلْ اَتَّبَعَكَ عَلَىٰ اَنْ تُخَلِّسَنِي
مِمَّا عَلَّمْتَ رُسُلًا - (الکہف - ۹ ع)

کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط
کے ساتھ کہ آپ مجھے بھی اس علم شریف میں سے
کچھ سکھادیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔

یہاں اس کی مراحت ہے کہ نبی الاول العزم بعض علوم سے محروم ہے اور ان کے سیکھنے
کی وہ درخواست ایک غیر نبی سے کر رہا ہے۔ اس پر وہ بزرگ جو جواب دیتے ہیں۔ اس
میں ایک پیمر کی بے خبری اور لاعلمی کو اور زیادہ کھول دیتے ہیں۔

⑥ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِط بِهِ خَبْرًا۔ (ایضاً)

وہ بولے آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے اور آپ ان امور پر ضبط کر بھی کیسے سکتے ہیں جو آپ کے دائرہ علم سے خارج ہیں۔

حضرت موسیٰؑ عہد کرتے ہیں جو عجائب واقعات دیکھیں گے، ان پر کوئی سوال نہ کریں گے، لیکن اس کے باوجود بے اختیار ہو کر سوال کر ہی بیٹھتے ہیں اس پر وہ بزرگ ٹوکنے ہیں، اور عہد یاد دلاتے ہیں۔

⑦ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (الکہف - ع ۱۰)

کیا میں نے آپ سے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ نسیان کو عذر میں پیش کرتے ہیں لیکن پھر ایک امر، پہلے سے بھی بڑھ کر اور آپ کے اپنے دائرہ علم سے بہت باہر، آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ اور آپ ٹوکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ پھر وہی ارشاد فرماتے ہیں۔

⑧ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (ایضاً)

میں نے آپ سے کہہ دیا تھا نہ، کہ آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ عرض کرتے ہیں کہ اچھا میں اب کی اگر پھر بولا، تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دیجئے گا لیکن اب کی پھر جو مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ بھی آپ کی حد صبر سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار وہ بزرگ آپ کو اپنے سے جدا کر ہی کے ہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

⑨ هَذَا إِفْرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ سَأَنْبَثُكَ بِنَائِيلَ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔ (الکہف - ع ۱۰)

بس اب ہماری آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں۔ جن پہ آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔

اس سائے قصہ میں بیانِ خدائی علم اور بشری علم کے فرق کا نہیں، بیان اس فرقِ عظیم کا ہے۔ جو ایک پیغمبرِ برحق کے علم، اور ایک دوسرے بزرگ کے علم کے درمیان

تھا!۔ علم محیط و کامل، یا علم الہی کا ذکر ہی کیا!

انہیں حضرت موسیٰ کے قصہ میں یہ بھی آتا ہے کہ جب آپ اپنے اہل خانہ سمیت مدین سے مصر کو چلے ہیں، تورات کو راستہ میں ایک جگہ آپ کو روشنی نظر آئی، جسے آپ آگ سمجھے۔ اس وقت آپ نے اپنے گھروالوں سے کہا۔

(۱۰) اِمْكُشُوا اَنْفِيَ اَنْتُمْ نَارَ الْعَلِيِّ
تم (میں) ٹھہری رہو، میں نے ایک آگ دیکھی
ہے۔ شاید کہ میں وہاں سے تمہارے لئے کچھ خبر
لے آؤں یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں، جس
النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ۔

(القصص - ۴۷) سے تم تپ سکو۔

لیکن جب وہاں پہنچے، تو آپ کو اپنے اندازہ کی شدید غلطی کا علم ہوا جس چیز کو جزم کے ساتھ آگ سمجھے ہوئے تھے۔ وہ نور الہی کی ایک تجلی نکلی۔ حواس کے ذریعہ دھوکا جس طرح ہر بشر کو ہو سکتا ہے پیہروں کو بھی ہوتا ہے۔

یہی حضرت موسیٰ جب ایک بار اپنی قوم کو اپنے بھائی حضرت ہارون کے سپرد کر کے حسب طلب کوہ طور پہ تشریف لے گئے ہیں اور آپ کی غیر حاضری میں قوم نے گو سالہ پرستی شروع کر دی۔ تو واپسی پر یہ منظر دیکھ کر آپ کو شدید غصہ آیا۔ اور آپ نے وہ غصہ حضرت ہارون پر اتارنا شروع کیا ہے، کہ حضرت ہارون اپنی صفائی یوں پیش کرتے ہیں۔

(۱۱) قَالَ ابْنَ اَمْرًا اِنَّ الْقَوْمَ
بولے اے میرے ماں جلے۔ ان لوگوں نے
اسْتَضَعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي
مجھے بے حقیقت سمجھا، اور مجھے مار ڈالنے کو
فَلَا تَسْمِئْتِ فِي الْاَعْدَاءِ وَلَا تَجْعَلْنِي
تھے۔ تو تم مجھ پر دشمنوں کو تو نہ ہنسواؤ، اور
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (الاعراف - ۱۸)
مجھے ظالم لوگوں میں تو نہ شمار کرو۔

لا علمی اور بے خبری کے باعث، حضرت موسیٰ بھی کس درجہ دھوکے میں پڑ گئے تھے!

حضرت عیسیٰ کے ذکر میں آتا ہے، کہ جب حشر میں آپ سے سوال ہوگا، کہ کیا تم اپنی امت کو مسیح پرستی اور مریم پرستی کی تعلیم دے آئے تھے، تو وہ جواب میں عرض کریں گے۔

(۱۲) سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ
أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّهِ إِنْ كُنْتُ
قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي
نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ - (المائدہ - ۱۶ ع)

تیری ذات پاک ہے۔ میں کس طرح ایسی بات کہہ سکتا ہوں جو میرے لئے (کسی طرح) درست نہ تھی، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے ضرور ہی اس کا علم ہوتا، تو تو جانتا ہے اسے جو کچھ میرے دل میں ہے البتہ میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے علم میں ہے۔ غیبوں کا خوب جاننے والا تو بس تو ہی ہے۔

اس میں علم الہی کے کامل ہونے کے اثبات کے ساتھ اپنے علم کامل کی نفی بھی صاف ہے۔

حضرت نوحؑ بھی ایک پیغمبر جلیل القدر گزرے ہیں۔ آپ کے متعلق ہے کہ جب آپ نے اپنے دو بتے ہوئے (لیکن مشرک) فرزند کے پنج جانے کی دعا کی ہے۔ تو ادھر سے جواب میں ارشاد ہوا۔

(۱۳) فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ
الْجَاهِلِينَ - (ہود - ۴ ع)

ایسی چیز کو مجھ سے نہ مانگو۔ جو تمہارے دائرہ علم سے باہر ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔

حضرت نوحؑ کو اس جلالِ قدر کے باوجود اتنا بھی علم نہ تھا کہ خود ان کے فرزند مسلک توحید پر نہیں، راہ شرک پر ہیں۔ اور یہی ان کو جتنا دیا گیا۔ یہی حضرت نوحؑ جب اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے ہیں، تو اپنے منصب پیغمبری کی تشریح میں صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

(۱۴) وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ
أُورِثُكُمْ مِنْهُ سِوَا اللَّهِ

اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ - (ہود - ۳۷) (سائے) خزانے ہیں، اور نہ میں علم غیب ہی رکھتا ہوں۔

حضرت یعقوبؑ کی عظمت نبوت میں کس مسلمان کو شبہ ہو سکتا ہے جب آپؑ کے فرزندوں کی جماعت فلسطین سے مصر کے سفر پر چلنے لگی۔ تو آپؑ نے انہیں ایک ہدایت یہ بھی کی تھی، کہ شہر میں سب ایک ہی پھاٹک سے داخل نہ ہونا۔ لیکن یہ تدبیر بھی انہیں ضرر سے درانہ بچا سکی۔ وہاں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱۵) مَا كَانَ يَغْنَى عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ اس سے ان (لوگوں) پر سے خدا کا حکم تو کسی مِنْ شَيْءٍ إِلَّا سَابَهَ فِي نَفْسٍ طرح بھی ٹل نہ سکا البتہ یعقوب کے دل میں ایک يَعْقُوبَ قَضَاهَا۔ (یوسف - ۸۷) ارمان تھا۔ جسے انہوں نے پورا کر لیا۔

تدبیر کی یہ بے اثری ظاہر ہے کہ قدرت اور علم کی کمی ہی کا نتیجہ تھی۔ ایک بنی قدیم حضرت ہور کے ذکر میں آتا ہے، کہ جب آپؑ نے اپنی قوم کو عذاب آخرت سے ڈرایا تو وہ سرکش لوگ بوسے، کہ دھمکی کیا دیتے ہو، وہ عذاب لے آؤ نہ۔ اس پر آپؑ نے فرمایا۔

(۱۶) إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَبْلَغُ دے کر بھیجا گیا ہے۔ بس وہی میں پہنچا دیتا ہوں۔ (پورا) علم تو بس اللہ ہی کو ہے۔ مجھ کو تو جو بیغیام تَجَهَّلُونَ۔ (الاحقاف - ۳۷) البتہ تمہیں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کی باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت موسیٰؑ سے جب فرعون نے امتحاناً سوال کیا ہے کہ اچھا جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں۔ وہ کس حال میں ہیں۔ تو آپؑ نے جواب میں علم الہی کا حوالہ دے کر گویا اپنی لاعلمی ظاہر کر دی۔

(۱۷) قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّیْ آپؑ نے کہا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس

فِي كِتَابٍ - (طہ - ۲۷) ایک دفتر میں ہے۔

ایک نبی حضرت زکریا بھی ہوئے ہیں۔ جب آپ کو آپ ہی کی دعا پر، کبرئی میں فرزند کی بشارت دی گئی ہے، تو آپ نے فرط حیرت سے سوال کر دیا ہے۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ اَنۡیْ یَّکُوۡنُ لِیْ غُلَامٌ عَرَضَ کِی، کہ اے میرے پروردگار، میرے
وَ کَانَ تِ اَمْرًاۤیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ اَوَلاد کیونکر ہوگی، جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور
مِنَ الْکِبَرِ عَتِیَّا۔ (مریم - ۷) میں ضعیفی کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

اس حیرت کی بنیاد کیا تھی؟ وہی اپنے علم کا محدود و ناقص ہونا۔
حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نبی ہی نہیں، ابوالانبیاء ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے
مشترک والد کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اور اس کا آپ کو علم بھی نہ ہو پایا، کہ
وہ تو موجد نہیں مشرک تھے۔ قرآن مجید نے اسے کھل کر بیان کر دیا ہے۔

(۱۹) وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰہِیۡمَ اَوِ اِبْرٰہِیۡمَ کی دلعائے مغفرت اپنے والد کے
اَبِیۡہِ اِلَّا عَنۡ مَّوْعِدَةٍ وَّ عَدَّہَا حَقِّ میں، تو وہ عہدہ کی بنا پر تھی جو وہ اس سے
اٰتَاہُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَہٗ اَنۡہٗ عَدُوٌّ کر چکے تھے۔ لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا
لَہٗ نَبْرًاۤیۡہٗ۔ (التوبہ - ۱۲۷) کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے، تو وہ اس سے محض
بے تعلق ہو گئے۔

علم کامل ہونا تو اس کی نوبت ہی کیوں آتی۔
انہیں حضرت خلیل اللہ کے پاس جب فرشتے، انسانی شکل میں آئے ہیں۔ اور
آپ کو پیرانہ سالی میں تولد فرزند کی بشارت دی ہے تو آپ چونک سے پڑے ہیں۔ یہ
اظہار تعجب، محض خلاف اسباب عادیہ ہونے کی بنا پر تھا۔ جو خود ایک کرشمہ علم کی کمی کا تھا۔
(۲۰) قَالَ اَبَشَّرْتُ مَوۡنِیْ عَلَیۡہِ اَنۡ بُوئے بشارت تم مجھے اس حال میں دے رہے
مَسۡنِیۡ الْکُرۡفِیۡہِ تَبَشِّرُوۡنَ۔ قَالُوۡا ہو، کہ جب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تو اب بشارت

بَشِّرْكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِمَّنِ الْقَانِطِينَ - (الحجر - ۴۷)
 کاہنے کی دے رہے ہو؟ وہ بولے کہ (نہیں) ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دے رہے ہیں۔
 سو آپ مایوس نہ ہوں۔

آپؐ نے انہیں پہچانا تک نہیں، کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور اسی لئے ان اجنبی نوواردوں سے آپؐ کو خوف بھی معلوم ہوا تھا۔

(۲۱) قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ۔ (ایضاً) آپؐ بولے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں، اسی حقیقت کا اعادہ ایک جگہ اور بھی ہے۔

(۲۲) اِذْ ذَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ۔
 جب وہ ابراہیمؑ کے پاس آئے تو انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کیا۔ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ (الفاریات - ۲۷)

اور یہی فرشتے جب وہاں سے چل کر ایک دوسرے پیغمبر حضرت لوطؑ کے ہاں گئے ہیں۔ تو آپؐ بھی نہ پہچان سکے، کہ یہ فرشتے ہیں اجنبی انسان ہی سمجھے۔
 (۲۳) قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ۔ آپؐ نے (ان نوواردوں سے) کہا کہ تم تو اجنبی لوگ ہو۔ (الحجر - ۵۷)

پیغمبروں کا علم اگر کامل ہوتا تو فرشتوں کی شناخت میں انہیں دھوکا کیوں ہونے لگتا تھا۔

ان سارے پیغمبروں کے علاوہ، خود سید الانبیاءؐ کے علم کی محدودیت کو قرآن مجید نے اور زیادہ کھول کر، اور زیادہ نکرار کے ساتھ بیان کیا ہے، مختلف زاویوں سے، اور زندگی کے متعدد شعبوں میں۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش اور پرورش کے واقعات بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے۔

(۲۳) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهِ ۖ يَهْدِيْكَ رَبُّكَ بِرُوحٍ مِنْ اَمْرِهٖ ۚ اِنَّكَ عِنْدَ عَيْنَيْهِ مُلَوَّنٌ ۭ
 اِلَيْكَ - (ال عمران - ع ۵)
 یہ قصّے غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کی ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔

غیب، علم، مقابل کی چیز ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو آپ کے دائرہ علم و خبر سے باہر ہیں۔ اور ایسے ہی الفاظ ایک جگہ اور آئے ہیں، جہاں لاعلمی میں آپ کو آپ کی قوم کے ساتھ شریک و شامل کیا ہے۔

(۲۵) تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهَا ۚ اِنَّكَ لَمَّا كُنْتُ نَعْلَمُهَا اَنْتَ وَاَلَاؤُمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا - (ہود - ع ۴)
 یہ قصہ بھی غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی ہم آپ کو وحی پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

حضرت یوسفؑ کے قصہ کی تصریحات کے سلسلہ میں ہے، کہ یہ ثواب آپ کو قرآن کے ذریعہ سے بتائے جا رہے ہیں۔ ورنہ آپ اب تک ان سے بے خبر تھے۔

(۲۶) وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِيتٌ ۚ الْغٰفِلِيْنَ - (یوسف، ع ۱)
 اور گو آپ اس سے قبل اس سے (محض) بے خبر تھے۔

اسی قصہ کی تفصیلات سے متعلق ایک جگہ پھر اسی سورت میں آپ سے علم کی نفی کی ہے۔

(۲۷) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهِ ۖ اِنَّكَ لَمَّا كُنْتُ نَعْلَمُهَا اَنْتَ وَاَلَاؤُمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا - (یوسف، ع ۱۱)
 یہ قصہ بھی ان غیبی خبروں میں سے ہے جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

علم غیب کی نفی خود آپ کی زبان سے کرائی گئی ہے۔ اور آپ سے کہلایا گیا ہے۔

(۲۸) وَلَوْ كُنْتَ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْثَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ - (الاعراف ۲۲)
 اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو نفع خوب اکٹھے کر لیتا اور مضرت کوئی بھی مجھ کو واقع نہ ہوتی میں تو بس ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں بشار دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

اور یہ نفی اسی ایک جگہ نہیں دوسری جگہ بھی اسی تصریح و وضاحت کے ساتھ ہے۔
 (۲۹) قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنْ أَمْلَأُ مَلَكُوتِي إِلَّا مَا يُؤْتِيَنِ الْوَحْيَ (الانعام - ۵۷)
 آپ کہہ دیجئے میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے (سائے) خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جو میرے اوپر آتی ہے۔

پھر جس طرح عام بشری قانون ہے کہ بے علم انسان کو جو کچھ بھی علم ملتا ہے، وہ اللہ ہی کی تعلیم سے ملتا ہے۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اسی طرح پیغمبر کی بھی لاعلمی اور بے خبری کا علاج تعلیم الہی ہی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

(۳۰) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اور اللہ ہی نے آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ کے علم میں نہ تھیں۔ (النار - ۷۷)

منافقین جو گروہ درگروہ مدینہ میں آباد تھے، اُن کے بائے میں ارشاد ہوا ہے کہ
 (۳۱) لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ آپ ان سے واقف نہیں، اُن سے ہم واقف ہیں۔ (التوبہ - ۱۳)

بار بار آپ سے سوالات آمد قیامت کے وقت سے متعلق کئے جاتے تھے۔ یعنی قیامت کب آئے گی۔ جواب میں ہمیشہ آپ سے براہ راست یا بالواسطہ یہی کہلایا گیا، کہ مجھے وقت کا کیا علم، اس کا علم تو عالم الغیب ہی کو ہے۔

(۳۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا قُلْ إِنَّهَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو بجز اللہ کے کوئی ظاہر نہ کر سکیگا۔ (الاعراف - ۲۳)

اسی سلسلہ میں گویا اسی سے متصل یہ بھی ہے۔

(۳۳) یَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ عَنْهَا
قُلْ إِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ -
یہ آپ سے اسی طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ
اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا
علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ (الاعراف - ۳۳۴)

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا ہے۔

(۳۴) یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ
مُرْسُهَا فَبِمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَى
رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ
مَنْ يَخْشَاهَا - (والنازعات)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے سوال کرتے ہیں کہ
کب واقع ہوگی۔ اس کے بیان کرنے سے آپ
کا کیا تعلق۔ یہ علم تو اللہ ہی پر منتہی ہوتا ہے
اور آپ تو بس اُسے ڈرنے والے ہیں جو اُسے ڈرتا

ہو۔

آپ سے تو یہاں تک کہلا دیا گیا ہے کہ مجھے تو اس کا بھی علم نہیں، کہ تم سے جو کچھ
وعدہ کیا جاتا ہے (عذاب کا قیامت کا)، تو آیا وہ قریب ہے یا دور ہے۔

(۳۵) وَإِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبَ أَمْ يُعِذُّ
مَتَّوِّعْدُونَ وَإِنْ أَدْرَىٰ
لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ -
اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا
ہے وہ قریب ہے یا دور دلاز..... اور میں
نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو
اور ایک وقت تک نفع پہنچانا ہو۔ (الانبیاء - ۷۷)

اور اسی سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری جگہ۔

(۳۶) قُلْ إِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبَ مَّا
تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا
عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ
أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (الجن ۲۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے علم نہیں کہ جس چیز کا تم سے
وعدہ کیا جاتا ہے، آیا وہ نزدیک ہے یا میرے
پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز کر رکھی
ہے۔ غیب کا جاننے والا (بس وہی ہے) سودہ

اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر ہاں اپنے
کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔

اور ایک بار پھر اسی سوال وقت قیامت کے سلسلے میں۔

(۳۷) یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا
يُذَرِّيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا
یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے
ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے
پاس ہے اور آپ کیا جانیں عجب نہیں کہ قیامت
قریب ہی واقع ہو جائے۔ (الاحزاب - ۸ ع)

(۳۸) وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
آپ کو تعلیم اس دعا کی مل رہی ہے کہ اے میرے پروردگار، میرا علم بڑھا۔
آپ کہنے کہ اے میرے پروردگار، میرا
علم بڑھا۔ (طہ - ۶ ع)

ظاہر ہے کہ اگر آپ کا علم کامل و محیط ہوتا، تو علم میں اضافہ یا زیادہ کے معنی ہی کیا
رہ جاتے۔

(۳۹) وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَن يُلْقَى إِلَيْكَ
الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ
آپ کو تو اس تک کا علم نہ تھا کہ آپ کو نبوت و کتاب مل کر رہے گی۔
آپ کو تو یہ توقع نہ تھی کہ (یہ) کتاب آپ پر نازل
ہوگی، مگر آپ کے پروردگار کی رحمت سے
(اس کا نزول ہو گیا) (القصص - ۹ ع)

اور دوسری جگہ۔

(۴۰) لَا رَيْبَ لَكُمْ هُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسْمِهِمْ وَلَعَرَفْتَهُمْ فِي لُحْنِ الْقَوْلِ
آپ کو ان لوگوں کو دکھا دیتے، آپ ان کے چہروں
سے ان کو ضرور پہچان لیں گے، ان کی لہجہ دار
بات کے ڈھب سے بھی ان کو پہچان لیں گے۔ (محمد - ۲۷ ع)

(۴۱) وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ
تَوَاقُ اس (کتاب) سے قبل نہ کوئی کتاب

کِتَابٌ وَلَا تَخْطُئْ بِیْمِینِكَ۔
پڑھے ہوئے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے
لکھ سکتے تھے۔ (العنکبوت - ۵۷)

دوسرے تو دوسرے ہیں، خود آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اس تک کا علم آپ
کو نہیں دیا گیا ہے۔ اور اس کو آپ کی زبان سے کہلایا بھی گیا ہے۔

(۲۲) قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاةِ الرُّسُلِ
آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی اٹھارہ رسول تو ہوں نہیں
وَمَا أَدْرِی مَا یَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ۔
نہ مجھے اس کی خبر، نہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ
(الاحقاف - ۱۷) کیا احاطہ پیش آئے گا۔

منافق اس طرف سے غافل اور بے فکر تھے کہ اللہ ان کو بے نقاب کر رہے گا۔
عالم الغیب کے بتا دینے سے تو رسول اللہ کو ان کی ایک جزئی تفصیل معلوم ہو سکتی تھی۔

(۲۳) أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَهُ اللَّهُ أَصْحَابَهُمْ
وَلَوْ نَشَاءُ لَا دَرِيئًا كَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسِيمَتِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ
الْقَوْلِ۔ (محمد - ۲۷)
جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ
خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں
کو (اسلام و رسول اسلام کے ساتھ) ظاہر نہ
کرے گا؟ حالانکہ اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا
پورا پتہ بتا دیتے، تو آپ ان کو جلیے سے پہچان
لیتے۔ اور آپ ان کو ان کے طرز کلام سے ضرور
پہچان لیں گے۔

ان چیزوں سے آپ بھی ہر بشر کی طرح لاعلم ہی تھے۔ جب ہی تو وحی الہی کو افشائے
رازی دھمکی دینے کی ضرورت پڑی۔

آپ سے سب سے قریب رہنے والیاں، یعنی حضرت کی بیبیاں تک یہ بر خوبی
جانتی تھیں کہ آپ کو علم بس حد بشر ہی تک ہے۔ اور علم الہی کی طرح کامل و محیط نہیں۔
چنانچہ ایک بار آپ نے ایک بی بی صاحبہ پر ان کے ایک راز کو ظاہر کر دیا تو انہوں نے

حیرت سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو اس کی خبر کیسے ہو گئی۔

(۴۴) فَلَمَّا نَبَاَ هَآبُهُ قَالَتْ مَرْتُ جب آپ نے انہیں اس واقعہ کی خبر دی، تو اُنْبَاكَ هَذَا۔ (التحریم - ۱۷)

اور آپ نے جواب میں یہ ارشاد نہ فرمایا، کہ خبر کون دیتا، مجھے خود ہی علم رہتا ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ خدائے عالم الغیب نے مجھے خبر دے دی۔

(۴۵) قَالَ نَبَاَنِي الْعَلِيُّ الْخَيْرُ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدائے علیم وخبیر نے۔ (الضَّحَا)

اسی طرح اور ایک اور سبق آموز جزئی واقعہ آپ کی سیرت مبارک کا قرآن مجید میں درج ہے کہ آپ نے ایک نابینا صحابی کی طرف سے منہ پھیر لیا، جب وہ آپ سے ایک سوال کر رہے تھے۔ اور آپ اُس وقت قریش کے سرداروں کی تبلیغ دین میں مشغول تھے۔ اس پر خطاب الہی آپ سے یوں ہوا،

(۴۶) وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّكَ تَوَكَّلْتَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَأَنتَ لَا تَحْتَسِبُ۔ آپ کو کیا خبر، کہ وہ سنو رہی جاتے یا نصیحت قبول کرتے، تو وہ نصیحت کرنا انہیں نفع پہنچاتا۔ (عبس)

علم اگر آپ کا کامل و محیط ہوتا، تو اس طریق خطاب کی نوبت ہی کیوں آتی۔

③ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَا كُلُّ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِنْهَا تَشْرَبُونَ - (المونون - ۳۷)

یہ رسول بس ایک، بشری تو ہیں تم جیسے جس (کھانے) سے تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتے ہیں اور جس (پانی) سے تم پیتے ہو، یہ بھی پیتے ہیں۔

عام قاعدہ ارشاد فرمادیا گیا کہ ان کے جسم ایسے بنائے ہی نہیں گئے کہ انہیں کھانے کی ضرورت نہ ہو، اور نہ یہ غیر فانی ہیں۔

④ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آلَا يَكُونُ الطَّعَامُ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ - (الانبیاء - ۱۷)

نہ تم نے ان کے جسم ایسے بنائے کہ کھاتے (پیتے) نہ ہوں اور نہ یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔

اور رسول عظم کی تشفی و تسکین کے لئے خصوصی طور پر ارشاد ہوا،

⑤ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُونَ فِي الْآسْوَاقِ - (الفرقان - ۲۷)

اور ہم نے آپ سے قبل کوئی ایسے پیغمبر بھیجے ہی نہیں جو کھاتے (پیتے) نہ ہوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے نہ ہوں۔

پیغمبر کھاتے پیتے رہتے ہی ہیں۔ البتہ اپنی اس کھلائی پلائی کو براہ راست وہ منسوب حق تعالیٰ ہی کی جانب کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

⑥ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي - (الشعراء - ۵۷)

وہ اللہ ہی تو ہے جو مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

پیغمبروں کو بھوک لگتی ہے، اپنی اس حاجت مندی کا اظہار اپنے پروردگار سے کرتے ہیں۔ اور محنت کا کام کر کے سایہ میں جا بیٹھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا کوئی ایک لفظ بھی حشو و بلا ضرورت نہیں۔ کوئی خفیف جزئیہ بھی وہ بلا غرض و مقصد نہیں لایا ہے۔ حضرت موسیٰ کے قصہ میں ارشاد ہوا ہے۔

⑦ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ

آپ نے دونوں لڑکیوں کے لئے (کنویں سے

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ (القصص - ع ۳)

بھر کر پانی پلایا۔ پھر سایہ کی جگہ جا بیٹھے پیر
عرض کی کہ اے پروردگار جو نعمت بھی تو مجھے بھیج
دے میں اس کا حاجت مند ہوں۔

پیمبر دوسروں کی خدمت کے لئے ان کے ہاں ملازمت بھی کر سکتے ہیں۔ اور ان سے
اپنی خدمت کی اجرت یا تنخواہ طے کر سکتے ہیں۔ یہ سب تفصیل اسی قصہ موسوی کے
سلسلے میں اسی مقام پر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (سورۃ القصص - ع ۳)

پیمبر چلنے میں تھک بھی جاتے ہیں۔ جیسے ہر انسان لمبے سفر سے تھک جاتا ہے۔
عظمت پیمبری اس سے مانع ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک لمبے سفر کے بعد
اپنے خادم سے کہتے ہیں۔

⑧ اِتِّنَا غَدَاًءَ نَالَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا النُّصْبَا۔ (الکہف - ع ۹۷)

اب ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہم نے اس سفر سے بڑا
تعب اٹھایا۔

نسیان بھی دُنیوی معاملات میں پیمبر کے لئے بالکل جائز ہے۔ اسی لمبے سفر میں
مچھلی کو اپنے خادم کی طرح خود حضرت موسیٰ بھی خراش کر گئے تھے۔

⑨ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا۔ (الصفّٰ - ع ۹۷)

جب دو دریاؤں کے سنگم پر دونوں پہنچے تو
دونوں (یعنی موسیٰ اور ان کے خادم) اپنی اس
مچھلی کو بھول گئے۔

حضرت موسیٰ ہی کے قصے میں یہ بھی ہے، کہ آپ اللہ کے ایک خاص بندے سے
وعدہ کر چکے تھے، کہ ان کے کسی عمل پر سوال نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے فعل
منکر پر آپ سے نہ رہا گیا۔

اور آپ سوال کر ہی بیٹھے۔ اور اس وعدہ خلافی پر ان بزرگ نے جب ٹوکا ہے۔
تو آپ معذرت میں بس یہی کہہ سکے، بھول چوک کو معاف کیجئے۔

مَسْنَى النَّصْرُ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ۔ پروردگار کو پکارا کہ اے پروردگار تجھ کو دیکھ پہنچ رہا ہے۔ اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (الانبیاء - ۶۷)

ہے۔
دعا قبول ہوئی اور ان کی تکلیف دور کر دی گئی۔

(۱۶) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَلَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضِرٍّ (اَيْضًا) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور انہیں جو دکھ پہنچ رہا تھا۔ اس سے انہیں نجات دی۔

حضرت یونسؑ ایک سخت جسمانی اذیت میں مبتلا تھے، اس سے آپؑ نے نجات کی دعا الحاح دزاری سے کی، اور آپؑ کو نجات دی گئی۔

(۱۷) فَتَنَّا دَاوُدَ فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَجْدِ۔ (اَيْضًا) (یونس نے) ہم کو (مچھلی کے پیٹ کے) اندھیروں سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں، تو (ہر طرح) پاک ہے۔ بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔

پیغمبر بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان سے نجات پانے کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں آخر ایسے غم و کرب سے نجات دلاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت لوطؑ کے قصے کے آخر میں ہے۔

(۱۸) وَتُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَوْبِ الْعَظِيْمِ۔ (الانبیاء - ۶۷) اور نوحؑ کا ذکر کیجئے جبکہ اس کے قبل انہوں نے پکارا تھا، اور ہم نے ان کی دعا قبول کر لی تو ہم نے ان کو اور ان کے والوں کو بڑے بھاری کڑے سے نجات دی۔

حضرت نوحؑ ہی اور ان کے والوں کے لئے یہ لفظ کرب عظیم اور اس سے نجات پانے

کا ذکر ایک جگہ اور بھی ہے۔ سورۃ الصُّفَّت - ع ۳
اور ٹھیک یہی الفاظ حضرت موسیٰ و ہارون کے سلسلے میں آئے ہیں کہ وہ بھی اذیت
عظیم ہی میں مبتلا تھے۔

(۱۹) وَجَعَلْنَاهُمْ أَقْوَمَ مِمَّا مَنَ الْكُوفِ الْعَظِيمِ۔ (الصُّفَّت - ع ۴)
اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے
بھاری کرب سے نجات دیا۔

پیغمبروں کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ انہیں سخت امتحانوں سے گزرنا ہوتا
ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ذبح فرزند تک کا حکم اشارۃً ملا تھا۔ اس پر ارشاد ہوا ہے۔
(۲۰) إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ۔ بے شک یہ بڑا سخت امتحان تھا۔
(الصُّفَّت - ع ۳)

حضرت موسیٰؑ کی زبان میں کوئی گرہ تھی، جس سے آپؑ تقریر و صاحت اور روانگی کے
ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ آپؑ نے دعا اس نقص سے نجات پانے کی کی۔ اور فرائض رسالت
میں آسانی پیدا ہونے کی کہ ہے۔

(۲۱) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي
وَيسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَحْلِلْ عُقْدَةً مِنِّي
لِسَانِي۔ (طہ - ع ۲۴)
عرض کی اے میرے پروردگار مجھے شرح صد
عطا کر اور میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان
کی گرہ کھول دے۔

اور آپؑ کا اپنی ان طبعی کوتاہیوں کو پیش کرنے کا ذکر دوسری جگہ بھی قرآن مجید
میں ہے۔

(۲۲) وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ
لِسَانِي۔ (الشُّعَرَاء - ع ۲۴)
اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان
نہیں چل پاتی۔

ضمناً اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ اس قسم کی طبعی کوتاہیاں یا مریضانہ کیفیات
کوئی بھی منصب رسالت میں حامل نہیں ہو سکتیں۔

دوسرے "انوں کی طرح، پیمبروں پر بھی جانوروں تک کا قابو چل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک پیمبرِ برحق حضرت یونسؑ کو ایک بہت بڑی مچھلی اپنے پیٹ میں نگل گئی۔

(۲۳) قَالَتْقُمَهُ الْخُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے کو مالت (الضقت - ع ۵) کر رہے تھے۔

اور جب قابو جانوروں تک کا ان پر چل سکتا ہے تو دوسرے انسانوں کا تو ہر تصرف ظاہر ہے کہ ان کہ ان پر بہ درجہ اولیٰ چل ہی سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ کو بھی کشتی والوں نے مجرم قرار دے کر اور انہیں بے بس پا کر دریا میں پھینک دیا۔

(۲۴) وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ یونسؑ بے شک پیمبروں میں سے تھے۔ جبکہ وہ إِذْ أَبَتْ إِلَى الْفُلِّكَ الْمَشْعُونِ فَاَهِمْ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ پھر یہ فَكَانَ مِنَ الْمُدْضِيِّينَ۔ (ایضاً) شریکِ قرعہ ہوئے اور یہی ملزم ٹھہرے۔

پیمبروں کو سختیاں بڑی بڑی اٹھانا پڑتی ہیں۔ منکروں کی طرف سے اُن پر ظرِ حراج کی زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور انہیں اپنے صبر و تحمل کا پورا امتحان دینا ہوتا ہے۔ انبیاء سابقین نے منکروں سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

(۲۵) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا أَذَيْتُمُونَا۔ اور تم نے ہم کو جواذیتیں پہنچائی ہیں، ان پر ہم صبر ہی سے کام لیں گے۔ (ابراہیم - ۲۶)

پچھلی لغزشیں اگر کچھ ہوں، تو منصبِ نبوت پر سرفرازی سے مانع اور اس میں حاصل نہیں ہوتیں۔ حضرت موسیٰؑ کو آپؐ کی تبلیغ کے جواب میں جب فرعونوں نے خون ناحق کر ڈالنے کا طعنہ دیا ہے۔ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا،

(۲۶) فَحَلَّتْهَا إِذَا أَنَا مِنَ الصَّالِّينَ میں اس وقت یہ حرکت کر بیٹھا، جب میں غلطی فَفَرَزْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ کرنے والوں میں تھا۔ تو جب مجھے تم سے خوف

لِي رَبِّي حَكَمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ آیا، تو میں تمہارے ہاں سے مفروز ہو گیا۔ پھر مجھے
(الشعراء - ۲۷)
کو میرے پروردگار نے حکمت عطا فرمائی اور مجھے
پیغمبروں میں شامل کر دیا۔

پیغمبروں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چپکے سے نکل جائیں اور دشمنوں کو کانوں کان
خبر نہ ہونے پائے۔ دشمن ان کا پیچھا کرنے پر پوری طرح قادر رہتے ہیں۔
(۲۷) وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ
ہم نے موسیٰ پر وحی کی، کہ میرے بندوں کو لے
کِرَاقَاتِ رِاتٍ نَّكُلْ جَاؤْ۔ بے شک تمہارا پیچھا
(الشعراء - ۲۷)
بھی کیا جائے گا۔

پیغمبروں پر رسوا کن، توہین انگیز الزام لگ سکتے ہیں۔ جن سے انہیں طبعاً
تکلیف ہوتی ہے۔ تفصیل میں گئے ہوئے بغیر، حضرت موسیٰ کے ذکر میں ہے۔
(۲۸) لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ إِذْ وَاهُوا مُوسَىٰ
ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت
قَبْرًا أَكَا اللَّهُ مِنْهَا قَالُوا۔ دی۔ پھر انہوں نے جو کچھ کہا تھا اللہ نے اس سے
(الاحزاب - ۹۷)
موسیٰ کی صفائی پیش کر دی۔

پیغمبروں کو بعض دفعہ مخالفین کے مقابلے میں اس درجہ عاجز و درماندہ ہو جانا پڑتا
ہے کہ بالآخر اللہ ہی سے فریاد اور طلب نصرت کرنا پڑتی ہے۔ حضرت نوحؑ نے آخر
عاجز آکر دعا کی۔

(۲۹) أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرْ۔ میں درماندہ ہوں، سو تو ہی انتقام لے۔
(النمر - ۱۷)

پیغمبر کے لئے علمی استعداد اور علوم و فنون میں قابلیت بالکل ہی ضروری نہیں۔
ہمارے رسول مقبول کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۳۰) مَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ
آپ اس (کتاب) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھے

کِتَابٌ وَلَا تَخْطُهُ بِبَيِّنِكَ۔ ہوتے تھے، اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ (العنکبوت - ۵۷)

پیمبر حسن نسوانی سے متاثر ہو سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک بشری تاثر ہے اور یہ طبعی تاثر ذرا بھی قاذرِ مرتبہ نبوت نہیں۔ رسول اعظمؐ تک کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے،

(۳۱) لَا يَحِلُّ لَكَ الْبَسَاءُ مِنْ بَعْدُ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز نہیں
وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بیبیوں کی جگہ
وَلَوْ أَغْبَبَكَ حُسْنُهُنَّ دوسری بیبیاں کر لیں، اگرچہ آپ کو ان کا حسن
(الاحزاب - ۶۷) بھلا معلوم ہو۔

منکروں کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھ کر رسولؐ کا قلب شدیداً ذمیت قبول کرتا ہے۔ آپ کو ایسے موقع پر صبر و سکون کی تلقین ہوئی۔ اور بار بار ہوئی۔ کہیں یوں ارشاد ہوا۔

(۳۲) فَلَعَلَّكَ بَايِعَ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ توشاں آپ ان کے پیچھے۔ اگر یہ لوگ اس مضمون
إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ آسَفًا۔ پر ایمان نہ لاتے۔ غم سے اپنی جان ہی ہلاک
(الکہف - ۱۷) کر دیں گے۔

اور کہیں اس سے ملنا ہوا یوں کہ

(۳۳) فَلَعَلَّكَ بَايِعَ نَفْسِكَ الْأَيْكُونُوا تُو آپ شاید اس پر، کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے
مُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء - ۱۷) اپنی جان ہی ہلاک کر دیں گے۔

اور کہیں تبدیل عبارت کے ساتھ یوں کہ

(۳۴) فَلَا تَنْ هَبْ نَفْسَكَ عَلَيْهِمْ تُو ان پر تاسف کر کر کے کہیں آپ کی جان ہی
حَسْرَاتٍ۔ (الفاطر - ۲۷) نہ جاتی رہے۔

حُزن کی ممانعت کہیں صاف صاف بھی ہوتی ہے۔

(۳۵) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ آپ ان پر غم نہ کیجئے۔ اور جو کچھ شرارتیں یہ کر رہے

فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ - (النمل - ۶۷) ہیں۔ اس سے تنگ نہ ہو جائے۔

صبر کی تاکید اس سلسلے میں بار بار آپ کو ہوتی ہے۔ کہیں صرف یوں۔

(۳۹) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ - جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، اس پر صبر سے کام لیجئے۔

(طہ - ۶۷)

اور کہیں ان الفاظ میں۔

(۳۷) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ

جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی

هَجْرًا جَبِيلًا - (الزلزلہ، ۱۷) سے ان سے الگ ہو جائیے۔

اور کہیں انداز بیان یہ ہے کہ اللہ کے وعدے بہر حال پورے ہو کر ہی رہیں گے،

آپ صبر سے کام لیتے رہئے۔

(۳۸) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ - آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بے شک اللہ کا

وعدہ برحق ہے۔

(المومن - ۸۷)

(۳۹) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ

آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بیشک اللہ کا وعدہ

لَا يَسْتَحْضِنُكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ - برحق ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ کو بے بردا

نہ کرنے پائیں۔

(الروم - ۶۷)

معاندین منکرین کے دلائل و رویہ سے آپ کے قلب کو اذیت پہنچانا، امر طبعی تھا،

صبر کی فہمائش آپ کو اس موقع پر بھی ہوتی ہے۔

(۴۰) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ - یہ لوگ جو کچھ کہتے رہتے ہیں، آپ اس پر صبر

کرتے رہیے۔

(ق - ۳۷)

مخالفین و معاندین ہی نہیں، مطیعوں، رفیقوں کی بھی بے تمیزیوں سے اذیت

محسوس ہونا، ہر بشر کی طرح، آپ کے لئے بھی امر طبعی تھا۔ قرآن مجید میں اس کی شہادتیں

موجود ہیں۔ مثلاً

﴿۴۱﴾ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ (بیکسی طرح) درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو دکھ پہنچاؤ۔ (الاحزاب - ع ۷)

حجاب و لحاظ یا مروت، ہر شریف معاشرہ میں ایک امر طبعی ہے، اور آپ بھی اس کے حصہ دار تھے بعض مجلسی بد لحاظیاں طبع مبارک پر گراں گزرتی تھیں، لیکن مروت سے آپ زبان پر نہیں لاتے تھے۔

﴿۴۲﴾ إِنْ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَجِیْ مِنْكُمْ - (ایضاً) اس بات سے (کہ تم نبی کے ہاں کھانے کے بعد بھی برابر بیٹھ رہتے ہو) نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔

منکروں کی فلاح دنیوی کو دیکھ کر مومنین صادقین کا حیرت میں پڑ جانا قدرتی تھا۔ رسول کا قلب بھی بہر حال بشری قلب ہوتا ہے۔ فحاش و ہدایت کی ضرورت اس باب میں رسول صلیک کے لئے ہوئی۔

﴿۴۳﴾ وَلَا تَمْدَنْ عَيْنُكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفِثَ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى - (ظہ - ع ۸) اور آپ ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی وہ (سازد سامان) نہ دیکھئے جس سے ہم نے (منکروں کے) مختلف گرد و ہوں کو بہرہ ور کر رکھا ہے اُن کی آزارش کے لئے وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے پروردگار کا عطیہ بد بہتر ہے اور پائدار۔

پاس قربت و عزیز داری کے تعلقات کے لحاظ رکھنے کی توقع فطرت بشری میں داخل ہے اور پیمبر کی فطرت اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آپ کو حکم ملتا ہے کہ

﴿۴۴﴾ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى - (الشوری - ع ۳) آپ (ان منکروں سے) کہہ دیجئے کہ اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کچھ بھی معاوضہ نہیں چاہتا، ہاں رشتہ داری کی محبت (کی توقع رکھتا ہوں)۔

پیمبروں کی خانگی، ازدواجی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسی دوسرے انسان کی ہوتی ہے۔ ہمارے حضورؐ نے اپنی ایک بی بی صاحبہ سے کوئی بات بہ طور راز کے فرمائی۔ انہوں نے کسی دوسری پر ظاہر کر دی۔ آپؐ کو وحی الہی سے اس کا علم ہو گیا۔ آپؐ نے اس کے ایک ٹکڑے کا ان بی بی صاحبہ سے ذکر فرمایا۔ اس پر انہیں حیرت ہوئی، کہ آپؐ غیب داں تو ہیں نہیں، پھر یہ خبر آپؐ کو ہوئی تو کیسے۔ آپؐ نے جواب میں یہ کہہ کر ان کی تسکین کر دی، کہ مجھے اس سے مطلع اللہ تعالیٰ نے کیا۔

(۴۵) وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَ أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَاعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَ هَآبَهُ قَالَتْ مَنِ انْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (التحریم - ۱ ع)

اور جب پیمبرؐ نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات بطور سرگوشی فرمائی۔ پھر جب ان بی بی نے وہ بات کسی اور کو بتلا دی۔ اور پیمبرؐ کو اللہ نے اس کی خبر کر دی۔ تو پیمبرؐ نے کچھ بات تو جتلا دی اور کچھ ٹال دی۔ سوجب پیمبرؐ نے ان بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ بولیں کہ آپؐ کو اس کی خبر کس نے کی؟ آپؐ فرمایا کہ مجھے خبری خدا نے علیم و حکیم نے۔

اور جب یہ صورت سید المرسلینؐ و سرور انبیاءؐ کے ساتھ پیش آگئی، تو دوسرے پیمبروں کی خانگی و ازدواجی زندگیوں میں تو اس کے امکانات کہیں زائد ہی رہے ہیں۔ ہنسی جس طرح ہر بشر کو آتی ہے، پیمبرؐ کو آسکتی اور آتی ہے۔ ہنسی و قارنبوت کے منافی نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں آتا ہے۔

(۴۶) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا۔ آپؐ ان کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ (النمل - ۲ ع)

ذکر محض تبسم کا نہیں، صراحت "ضحک" کی بھی ہے۔

پیمبر کی زندگی، یہ نہیں ہوتا کہ شرع سے آخر تک پھولوں کی سیج پر بسر ہوتی ہو۔

قبل نبوت بھی طرح طرح کی شدید منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ سرورِ انبیاء کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۴۷) اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَاِثَلًا فَاَغْنٰى۔ (الضحیٰ)

کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا۔ اور اللہ نے آپ کو گمراہ پایا۔ پھر راستہ بتایا۔ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا پھر (آپ کو) مالدار کیا۔

سرورِ انبیاءؐ ہی کو مخاطب کر کے یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ کیسے شدید و ثقیل بارے آپؐ گرا نبار ہو رہے تھے، کہ افضالِ الہی نے اس سے بھی آپؐ کو سبکدوش کیا۔

(۴۸) وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ (الانشراح)

اور ہم نے آپؐ سے آپؐ کا وہ بوجھ اتار دیا، جس نے آپؐ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

باب ۱۰

ازواج، اولاد و طلب اولاد

انبیاء علیہم السلام عموماً مجرد اور لاولد نہیں گزرے ہیں۔ یہ نہیں ہوا ہے کہ اہل عیال و خاندان کے حجاب سے اکثر و بالعموم آزاد رہے ہوں عام قاعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ بیان ہوا ہے کہ۔

① وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ
وَجَعَلْنَا لَهُمُ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً۔
اور بالیقین ہم نے آپ سے قبل رسول بھیجے
ہیں اور ان کے لئے بیبیاں بھی رکھیں اور اولاد
(الرعد - ع ۶) بھی۔

اور ہمارے حضور کی تو ایک نہیں، متعدد ازواج مبارک تھیں۔ اور ان کا ذکر صبیحہ جمع میں بار بار آیا ہے۔ کہیں لفظ 'ازواج' سے کہیں لفظ 'نساء' سے۔
② يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے۔
(الاحزاب - ع ۴)

③ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ
اَزْوَاجَكَ۔ (الاحزاب - ع ۵)
اے پیغمبر، ہم نے آپ پر جائز کر دی ہیں۔
آپ کی بیبیاں۔
④ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ
مِّنَ النِّسَاءِ۔ (الاحزاب - ع ۴)
اے پیغمبر کی بیبیو، تم دوسری عورتوں کی طرح
نہیں ہو۔

⑤ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ۔ (الاحزاب - ع ۴)
اے پیغمبر کی بیبیو، تم میں سے جو کوئی کھلی
ہوئی بے حیائی کا مرتکب ہوگا۔ الخ

ان سب آیتوں سے رسول اللہ کی بیبیوں کا تعدد یا کئی کتنی ہونا بہر حال ثابت ہو گیا۔ اور حضور کا صاحبِ اولاد ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلے تو بالواسطہ اور ایک سببی طریقہ پر، وہ یوں کہ جب عرب جاہلی نے اپنے مذاق کے مطابق آپ کو طعنہ لاد کر کا دیا، تو جواب میں الٹ کر انہیں طعنہ زنوں کے حق میں، حضور کو بخاطر کر کے ارشاد ہوا کہ (آپ تو نہیں، ہاں)

﴿۶﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَوٰ - آپ کا دشمن ہی بے نشان رہ جانے والا ہے۔ (الکوثر)

اور ایک دوسری آیت روشنی پر ڈالتی ہے کہ زندہ رہنے والی آپ کی اولاد ذکر نہیں، اولاد اناث ہوگی، صاحبزادے نہیں، صاحبزادیاں ہوں گی۔ ارشاد ہوا ہے کہ ﴿۷﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ (الاحزاب - ع ۵) نہیں۔

یعنی آپ والد ماجد عورتوں یا صاحبزادیوں کے ہیں۔ پھر ایک آیت میں ذکر صاحبزادیوں کا بہ صیغہ جمع آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ صاحبزادیاں ایک نہیں، کم سے کم تین تھیں (کہ عربی میں صیغہ جمع کا اطلاق کم سے کم تین کے عدد پر ہوتا ہے) ﴿۸﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اے پیغمبر آپ اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں وَبَنَاتِكَ۔ (الاحزاب - ع ۸) سے کہہ دیجئے۔

ایک اور آیت سے یہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ حضور کے اہل و عیال کا ایک مستقل خاندان تھا۔ جس میں عورتیں اور لڑکے متعدد تھے۔

﴿۹﴾ قُلْ لِّعَالُوْا اَنْدُعْ اَبْنَآءَ مِّنَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ۔ آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اچھا آؤ ہم بلائیں اپنے لڑکوں کو اور تمہارے لڑکوں کو (آل عمران - ع ۶)

لفظ 'انبار' یہاں جس سیاق میں آیا ہے۔ اس سے مراد صلیبی بیٹے نہیں بلکہ رشتہ نامہ کے لڑکے (نواسے وغیرہ) ہیں، جن پر مجازاً اپنی ہی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ غرض ایک مستقل خاندان تھا۔ جس پر اطلاق اہل البیت کا ہوتا ہے گو اصلاً اس سے مراد ازواج مبارک ہی ہیں۔

(۱۰) اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ، - اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو، تم سے آلودگی کو (بالکل) دور رکھے۔

(الاحزاب، ۴۷)

یہ نیک اور پاک بیبیاں اگرچہ بشریت کے تقاضوں سے بری اور مستثنانہ تھیں۔ اور احتمالات و مکانات جو سب کے لئے ہوتے ہیں ان کے لئے بھی تھے۔ چنانچہ ان کو طحطا کر کے عید سادگی گئی تھی۔

(۱۱) مِّنْ يَّاتٍ مِّنْكَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ - تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی اس کو سزا بھی دو گنی ری جائے گی۔ اور یہ اللہ صَعَقَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا - کے لئے (بالکل) آسان ہے۔

(الاحزاب - ۴۷)

لیکن ان کا مرتبہ بشرط تقویٰ کے ساتھ، دنیا جہاں کی عورتوں سے بالاتر تھا۔

(۱۲) لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ السَّاعِيْنَ - تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اَتَقِيْنَ - (الاحزاب - ۴۷) پر قائم رہو۔

اور ان کو ہدایتیں ایسی ملیں جو ان کی سطح اخلاقی کو بلند کرنے والی اور ایک پیمر کے گہرا۔ نہ آشیان شان تھیں۔ اور ان کے لئے زندگی کا جو نقشہ نیا رہا، وہ تمام طہارت و پاکیزگی کا تھا۔

(۱۳) فَلَا تَخْضَعْنَ لِقَوْلٍ فِيْ طَمَعٍ - تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو، جس سے ایسے

(۱۳) الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ
 قَوْلًا مَعْرُوفًا - وَقُرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ
 وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى
 وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ
 وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
 لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا - (الاحزاب - ع)

شخص کو (بڑا) خیال ہونے لگتا ہے، جس کے
 قلب میں خرابی ہے۔ اور بات قاعدہ کے موافق
 کہو۔ اور اپنے گھروں کے اندر قرار سے رہو اور
 زمانہ جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی نہ
 پھرو۔ اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو۔
 اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ
 تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو
 تم سے آلودگی کو دور رکھنے اور تم کو خوب ہی پاک
 صاف کرے۔

ان بیوی صاحبان کا امتحان بھی ان کے مرتبہ کے لائق اور دنیا کے عام معیار سے سخت
 لیا گیا۔ اور انہیں اختیار دیا گیا کہ یا تو دنیوی خوشحالی کی زندگی کا انتخاب کریں، اور یا رسول کی
 صحبت و زوجیت کو۔

(۱۴) إِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
 وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ
 سَرَاحًا جَلِيلًا - (الضَّحَا)

اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو
 آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی
 کے ساتھ رخصت کر دوں۔

اور چونکہ ان میں سے کسی نے بھی پہلی شق کو اختیار کر کے رسول کی زوجیت کو نہ چھوڑا
 نتیجہ خود بخود بدینکل آیا کہ وہ تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کے اعلیٰ معیار پر قائم رہیں۔

ان سب آیتوں سے ثبوت حضور کی متعدد ازواج اور خاندان کے وجود کا ملا۔ اور
 ایسا ہی ثبوت ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل کی ازدواجی زندگی کا ملتا ہے۔ آپ کی ایک
 بیوی صاحبہ تو بہر حال تھیں جو پیرانہ سالی کی حد تک پہنچ چکی تھیں اور اب تک اولاد کی نعمت
 سے محروم تھیں۔ چنانچہ جب فرشتوں نے آکر اس کی خوشخبری سنائی ہے تو انہوں نے اس

کو کمال حیرت سے سنا۔

(۱۵) فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ
فَصَلَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ
عَقِيمٌ۔ (الناربات - ۲۷)

اننے میں آپ کی بیوی بولتی پکارتی ہوئی آگئیں
اور اپنے ماتھے پر (انہوں نے) ہاتھ مارا، اور
بولیں (میں) بوڑھی بانجھ!

اور ایک دوسری جگہ یہ مضمون اور تفصیل و تفسیر کے ساتھ آیا ہے۔

(۱۶) وَامْرَأَتُهُ قَانِمَةٌ فَضَحِكَتْ
فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ
يَعْقُوبَ۔ قَالَتْ يَوْنٰىكِيْ ؕ اِلٰهَ اِنَّا
عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلٰى شَيْخًا اِنَّ هٰذَا
لَشَيْْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْا اَلتَّعَجُّبِيْنَ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ۔ (ہود - ۷۷)

اور (وہیں) ابراہیم کی بی بی کھڑی ہوئی تھیں
تو وہ ہنس دیں پھر ہم نے ان کو بشارت دی
اسحق کی، اور اسحق سے پیچھے یعقوب کی۔ وہ
بولیں کہ ہائے خاک پڑے کیا میں اب بچہ جنوں
کی بوڑھی ہو کر، اور یہ میرے میاں ہیں بالکل
بوڑھے۔ یہ تو بڑے ہی اچھے کی بات ہے!

(فرشتے) بولے کیا تم کو اچھا اللہ میاں کے کاموں
پر ہوتا ہے؟

اس کے بعد جب فرشتوں نے ان سے پھر خطاب کیا ہے۔ تو وہی لفظ اہل بیت استعمال
کیا ہے جو حضور کے خاندان کے سلسلے میں ابھی اد پر گزر چکا ہے۔

(۱۷) رَحِمَتْ اللّٰهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ
اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (ایضاً)

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اے
(ابراہیم کے) گھر والو، تمہارے اد پر۔

گویا آپ کا بھی مستقل خاندان موجود تھا۔ اور آپ کے دو صاحبزادوں اسمعیل و اسحق
کا ذکر تو قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بار بار آیا ہے خود حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے ہے۔

(۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِىْ عَلٰى
الْكَبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ۔ (ابراہیم - ۷)

ساری حمد اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے (اس) کبریٰ میں
(دو فرزند) اسمعیل و اسحق عطا کئے۔

اور یہی ذکر ایک دوسری آیت میں۔

(۱۹) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے۔

(مریم - ۳۷)

اور پھر تیسری اور چوتھی جگہ۔

(۲۰) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب پورا عطا کیا۔

نَافِلَةً - (الانبیاء - ۵۷)

(۲۱) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے۔

(التکووت - ۳۷)

اور پانچویں جگہ اسی مضمون کا مختصر اعادہ۔

(۲۲) وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ - اور ہم نے ابراہیمؑ کو بشارت دی اسحق کی کہ وہ

الصَّالِحِينَ - (الصافات - ۳۷) نبی اور نیک بندوں میں ہوں گے۔

اور اسی طرح اسمعیلؑ کا آپ کی اولاد میں ہونا بھی بیان ہوا ہے۔

(۲۳) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي

أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ - سو ہم نے ابراہیمؑ کو بشارت دی ایک فروغ عظیم

المزاج کی۔ توجہ وہ لڑکا اس عمر کو پہنچا کہ ابراہیمؑ

کے ساتھ دوڑنے پھرنے لگے۔ تو وہ بولے کہ اے

بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

(الصافات - ۳۷)

اور پھر ایک جگہ فرزدان یعقوبؑ اپنے والد ماجد کو ان کے بستر مرگ پر مخاطب

کر کے کہتے ہیں۔

(۲۴) تَعَبُدُ إِلَهُكَ وَإِلَهُ آبَائِكَ

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ - اور ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے جو آپ کا

خدا تھا اور آپ کے باپ دادا، ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ

اور اسحقؑ کا ہے، خدائے واحد۔

(البقرة - ۱۷۷)

حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحقؑ ان دو ناموں کی تو صراحت قرآن مجید میں مل گئی۔
باقی ان کے علاوہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی کچھ اور اولاد ضرور ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن نے
صیغہ جمع استعمال کیا ہے۔ جس کے لئے تین کا عدد کم سے کم ہونا ضروری ہے۔

(۲۵) وَوَضَعْنِيْ بِهَا اِبْرٰهِيْمَ بَنِيْهِ اِذْ رَاسِيْ كَا حَكَمٍ دَعَا اِسْمٰى لِّرَبِّهَا اِبْرٰهِيْمَ
وَيَعْقُوْبُ - (البقرة - ۱۲۷) اور یعقوب بھی۔

اور پھر دوسری جگہ آپؑ نے دعا کی ہے۔

(۲۶) وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ اِلٰهًا سِوَاكَ اَيُّهَا الَّذِيْ هُوَ اَكْبَرُ
الْاَصْنَامِ - (ابراہیم - ۶) رکھو۔

(بنی، اصل میں بنین تھا، اور وہ جمع ہے۔ 'ابن' کی حالت اضافت میں 'ن')

گر گیا)۔

گویا قرآن مجید ہی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولادیں
متعد دھتھیں۔ حضرت اسمعیلؑ ہی کے ذکر میں آتا ہے۔

(۲۷) وَكَانَ يٰمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَكَانَ يٰمُرُ اَهْلَهُ بِالزَّكٰوةِ - (مریم - ۲۷)
وہ اپنے گھروالوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز
اور زکوٰۃ کا۔

اہل سے عام طور پر مراد بنی سے لی جاتی ہے (واعتبوا اهل الرجل عن امراته
راغب) تو آپؑ کی بنی بی صاحبہ کا وجود تو بہر حال اس سے کل آتا ہے۔ باقی اس کے اصل
معنی میں وسعت و عوم ہے۔ اس لئے ترجمہ "گھروالے" اور "متعلقین" اور اہل و عیال
بھی صحیح ہے۔ اور استدلال پورے غاندان کے وجود پر بھی اس سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے سلسلے میں ذکر ان کی ذریت کا بھی آتا ہے، جو اولاد اور اولاد
اولاد، پورے سلسلہ نسل پر حاوی ہے۔

(۲۸) قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ - (البقرة - ۱۲۷) ابراہیمؑ نے کہا، اور میری نسل بھی (اس انعام میں

حصہ دار ہوگی؟

انہیں ابراہیم کی زبان سے پھر ان کی ذریت کا ذکر ہوا ہے۔

(۲۹) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي
بُوعَافٍ غَيْرَ ذِي ذَرْعٍ - (ابراہیم - ۶۷) ذریت کو ایک بے کاشت میدان میں۔

اور دوہی چار سطروں کے بعد ایک بار پھر۔

(۳۰) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِي۔ اے پروردگار، نماز کا اہتمام رکھنے والا بنا دیجیے
مجھ کو بھی اور میری ذریت میں سے بھی بعض کو۔

اور آپ ہی کے سلسلے میں ذریت کا لفظ دو جگہ اور بھی آیا ہے۔

(۳۱) وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النَّبُوَّةَ
وَالْكِتَابَ۔ (العنکبوت - ۲۷) کتاب۔

(۳۲) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانُ
وَالْإِنْعَامُ۔ (۱۰۷) داؤد اور سلیمان کو۔

ایک جگہ ذریت ابراہیم کو ذریت یعقوب کے ساتھ ملا کر کہا ہے،

(۳۳) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَافِيلَ۔
(مریم - ۴۷) اور ابراہیم اور یعقوب کی ذریت سے (بھی)۔

ایک قدیم جلیل القدر پیغمبر حضرت نوحؑ ہوئے ہیں۔ آپ کی زوجہ نافرمان کا ذکر ایک
جگہ صراحت کے ساتھ ہے۔

(۳۴) ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
أُمْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ۔ (التحریم ۴) اللہ کافروں کے واسطے حال بیان کرتا ہے نوحؑ
کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کا۔

اور آپ صاحبِ اولاد بھی تھے۔ ایک نافرمان بیٹے کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے۔

(۳۵) وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي
الْفُلِ۔ (نوح ۷۰) اور نوحؑ نے اپنے فرزند کو پکارا اور وہ الگ پر

مَحْزِلٍ يُبْنَىٰ اَرْكَبَ مَعَنَا۔
تھا، کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سو
(ہود - ۴۷)

اور پھر اسی بیٹے کا ذکر دو چار سطروں کے بعد۔

﴿۳۶﴾ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِي اور (نوحؑ نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار
وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ۔ (ہود - ۴۷) میرا لڑکا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور
تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔

آپ ہی کے سلسلے میں آپ کے "اہل" اور آپ کی "ذریت" دونوں کا ذکر آتا ہے، جس سے
معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کنبے اور نسل والے تھے۔

﴿۳۷﴾ وَ نَجَّيْنَاهُ وَ اَهْلَهُ مِنَ الْكَوْبِ اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری
الْعَظِيمِ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔ کرب سے نجات دی۔ اور ہم نے باقی انہیں کی نسل
(الصافات - ۳۷) کو رہنے دیا۔

اس سے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ آپ کی نسل کا نہ صرف وجود تھا، بلکہ غرقابی سے وہی
بچی رہی اور اسی سے آبادی کا سلسلہ چلا۔

بی بی کی ذات اہل میں خود ہی شامل ہے۔ اور 'ابن' کا وجود اس کے وجود کو مستلزم
ہے۔ تاہم قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بھی زوجہ نوحؑ کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ ذکر خیر نہ ہو۔
﴿۳۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور اللہ کافروں کے لئے حال بیان کرتا ہے نوحؑ
اِمْرَاَتِ نُّوْحٍ وَّ اِمْرَاَتِ لُّوطٍ کانتا کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کا وہ دونوں ہمارے
تَحْتَ عِبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ۔ بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں
(التحریم - ۲۷) تھیں۔

حضرت لوطؑ نبی کی بی بی، نافرمان بی بی، کا ذکر ایک جگہ تو تصریح کے ساتھ آیا ہے۔
﴿۳۹﴾ اِمْرَاَتِ نُّوْحٍ وَّ اِمْرَاَتِ لُّوطٍ۔ (ایضاً) نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی۔

اور چار جگہ اور، حضرت لوطؑ ہی کے سلسلے میں ضمیر غائب کے ساتھ (وامراتہ) الحجر، ع ۴، النمل، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰، العنکبوت، ع ۵ اور دو جگہ اور حضرت لوطؑ سے ضمیر مخاطب کے ساتھ، ہود، ع ۷، العنکبوت، ع ۴۔

حضرت لوطؑ کی بیوی کے علاوہ ذکر آپؑ کے خاندان کا، آپؑ کے، اہل، کا اور آپؑ کے آل کے لفظ سے بھی بار بار آیا ہے۔ آل لوطؑ کا ذکر ان چار مقامات پر، الحجر، ع ۴ و ع ۵، النمل، ع ۴، القمر، ع ۲۔ اور اھلہ، یا اھلک کے لفظ سے ان پانچ مقامات پر۔ الحجر، ع ۵، العنکبوت، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰۔ النمل، ع ۴، ہود، ع ۷۔ آپؑ کا صاحب خاندان ہونا جس میں لڑکیاں لڑکے سب آگئے۔ انہیں آیتوں سے ظاہر ہے۔ اور آپؑ کی صاحبزادیوں کا ذکر مراحت کے ساتھ ان آیتوں میں موجود ہے۔

- (۴۰) قَالَ هُوَ لَاءَ بَنَتِي اِنْ كُنْتُمْ فَعِلِيْنَ۔ (الحجر۔ ع ۵)
- (۴۱) قَالَ يَقُوْمُ هُوَ لَاءَ بَنَتِي هُنَّ اَطَهَرُ لَكُمْ۔ (ہود۔ ع ۷)
- (۴۲) قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ۔ (الصفّٰ)
- (لوطؑ نے اپنی قوم والوں سے) کہا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تم میرا کہنا کرو۔
- (لوطؑ نے) کہا اے میری قوم والو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں۔
- وہ لوگ بولے، آپ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کی بیٹیاں ہماری کام کی نہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کی نسل کا سلسلہ چلنے اور اسی میں سے پیہڑوں کے ہوتے رہنے کی شہادت بھی قرآن مجید دے رہا ہے۔

- (۴۳) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔
- اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔
- (الحمد۔ ع ۴)

ذریت کا لفظ حضرت اسمعیلؑ کی زبان سے خود اپنے سلسلے میں ادا ہوا ہے اور اپنی اسی
 نہ سے آپؐ نے ایک پوری امت مسلمہ کے ظہور کی دعا کی ہے۔ آپؐ اور آپ کے والد
 ماجد حضرت ابراہیم خلیلؑ دونوں مل کر دعا کرتے ہیں۔

(۴۴) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ
 ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا (اور یاہ)
 فرماں بردار بنالے اور ہماری نسل میں سے ایک
 (پوری) امت اپنی فرماں بردار اٹھا،
 (البقرہ - ع ۱۵)

ایک پیمبر جلیل حضرت یعقوبؑ ہوئے ہیں۔ اسرائیل انہیں کا دوسرا نام تھا۔ اور ان
 کی نسل، یعنی بنی اسرائیل کا ذکر قرآن مجید میں اس تفصیل و تکرار کے ساتھ آیا ہے، کہ اس
 سب کا نقل کرنا، ایک کھلی ہوئی حقیقت کو بلا ضرورت طوالت دینا ہے۔ باقی خود لفظ
 یعقوبؑ کے ساتھ آپؑ کی اولاد کا بھی ذکر کہیں صراحتہ اور کہیں دلالتہ قرآن مجید میں موجود ہے۔
 (۴۵) اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ
 اِنِّیْ رَآیْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ
 وَالْقَمَرَ رَاٰیْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِیْنَ قَالَ لَیْسَ
 بِاَیِّکَ تَقْصُصُ رُءُیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِکَ۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب یوسفؑ نے اپنے
 والد سے کہا، کہ اے باپ میں نے (اب میں)
 گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں دیکھتا کیا
 ہوں کہ وہ میرے آگے جھکے ہوئے ہیں آپؑ نے
 فرمایا کہ اپنے (اس) خواب کو اپنے بھائیوں کے
 سامنے نہ بیان کرنا۔
 (یوسف - ع ۱)

آیت سے نہ صرف یوسف علیہ السلام کے متعدد بھائیوں (یا حضرت یعقوبؑ کی
 متعدد اولادوں) کا ہونا ظہور پائے گا، بلکہ ان کی تعداد بھی گیارہ نکل آتی ہے دوسرے لفظوں
 میں حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے بارہ کی تعداد میں تھے۔

اور پھر چند سطروں بعد ذکر انہیں برادران یوسفؑ کا ہے۔

(۴۶) لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوسُفَ وَ اِخْوَتِهِ بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے

آيَةُ لِلنَّاسِ عَلَيَّ - (يوسف - ۲۷) قصے میں (بڑی) نشانیاں موجو ہیں۔ سوال کرنے والوں کے لئے۔

اولاد یعقوب کے وجود، اور ان کی تعداد پر قرآنی شہادیں تو دلائل ہیں۔ اب اولاد کے وجود پر شہادت صریح بھی ملاحظہ ہو۔ ایک جگہ حضرت یعقوب کی زبان سے ہے۔

(۴۷) وَيَتِمُّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ - (یوسف - ۱۷)

(اے یوسف تمہارا رب) تم پر اپنے انعام کی تکمیل کرے گا، اور اولاد یعقوب پر (بھی) جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پر کر چکا۔

پھر حضرت زکریا کی زبان سے جو دعا کرائی ہے اس میں بھی ہے

(۴۸) فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا - (اے پروردگار) مجھے غام اپنے پاس سے ایک یار بخیر و یرث من آل یعقوب۔ ایسا وارث دیکھ جو برابر بھی وارث بنے اور اولاد یعقوب کا (بھی) وارث بنے، (مریم - ۱۷)

اور پھر جہاں اپنی اولاد سے وصیت توحید کا ذکر حضرت ابراہیم کے لئے ہے وہیں اس کا عطف یعقوب علیہ السلام پر بھی ہے۔

(۴۹) وَوَصَّي بِهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيهِ وَيَعْقُوبَ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَا لَكُمْ الدِّينَ - (البقرة - ۱۷۷)

اسی (دین توحید) کا حکم دے رہے تھے ابراہیم اپنے بیٹوں کو۔ (اپنے بیٹوں کو) کہ اے میرے بیٹو، اللہ نے اس دین کو تمہارا لئے انتخاب کر لیا ہے۔

اس کے بعد مخصوص حضرت یعقوب کے ذکر میں ہے۔

(۵۰) أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ النَّوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي - (الرعد - ۱۷)

کیا تم لوگ (اس وقت) موجو تھے جب حضرت یعقوب کا آخری وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کر گے

ایک اور پیغمبر جلیل، بنی اسحاق میں، حضرت ایوبؑ گزرے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بہ صراحت آیا ہے۔ آپؑ غالباً فرزند ان یعقوب کے ہم عصر تھے اور آپؑ کا وطن شہر عوض تھا۔ عرب کے شمال و غرب میں، کنعان یا فلسطین کی مشرقی سرحد سے متصل آپؑ کے بھی کنبہ یا خاندان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

(۵۱) وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمَثَلَهُمْ
اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمادیا
مَعَهُم رَحْمَةً مِنَّا وَذَكَرُوا لَنَا
اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت
الْأَلْبَابِ - (ص - ۴۷)
(خاصہ) سے، اور اہل دانش میں یادگار رہ جانے
کے لئے۔

اور اسی مضمون کو خفیف لفظی فرق کے ساتھ پھر دہرایا ہے۔

(۵۲) وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمَثَلَهُمْ
اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمادیا
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذَكَرُوا لِلْعَبِيدِ
اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت
(الانبیاء - ۶۷)
(خاصہ) سے اور عبادت گزاروں میں یادگار رہ
جانے کے لئے۔

حضرت داؤدؑ نبی کے سلسلے میں آپؑ کی نسل کا ذکر صیغہ خطاب میں آتا ہے۔

(۵۳) اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا -
اے داؤد کی نسل والو، تم شکریہ میں (نیک)
(الاسبا - ۲۷)
عمل کرو۔

اور اسی سے ظاہر ہے کہ اگر آپؑ کی ازواج (بہ صیغہ جمع) نہیں تو کم سے کم ایک بی بی
توضو رہی ہوں گی۔ اور آپؑ کے ایک فرزند کے نام کی بھی تصریح موجود ہے۔
(۵۴) وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ -
اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

(ص - ۳۷)

حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ، پیغمبران عالی مقام کا صاحبِ اولاد ہونا، توریت

وتاریخ سے تو ثابت ہی ہے، قرآن مجید نے بھی ضمناً ہی اس حقیقت کا اثبات کیا ہے۔

(۵۵) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ۔

ان (بنی اسرائیل) سے اُن کے (زمانہ کے) پیغمبر نے کہا، کہ اس (طاووت) کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا، جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے پروردگار

کی طرف سے اور کچھ بھی ہوئی چیزیں ہیں جن کو اولاد موسیٰؑ اور اولاد ہارونؑ تمہارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ (البقرہ - ۲۴۷)

ان ساری آیتوں سے یہ واضح ہو گیا، کہ بہ طور ایک عمومی قاعدہ کے ہر نبیؑ صاحب اہل و عیال ہوتا ہے۔ اور متعدد پیغمبرانِ حلیل کے (جن میں سب سے سربلند ہمارے رسول کریمؐ ہیں) اہل و عیال کا ذکر قرآن مجید نے بہ صراحت بھی کر دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں ہے، پیغمبرانِ کرام نے اولاد کی تمنا و آرزو بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کی اس آرزو و دعا کا ذکر قرآن مجید نے بہ تصریح و تکرار کیا ہے۔

(۵۶) وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ (الانبیاء - ۶۷)

اور زکریاؑ (کا بھی تذکرہ کیجئے) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا، کہ اے میرے پروردگار! مجھے لا وارث نہ رکھو، اور (حقیقتاً) سب سے

بہتر وارث تو، تو خود ہی ہے۔

اولاد صالح کی یہ تمنا آپؐ نے اس حال میں کی، کہ جب آپؐ اس سن کو پہنچ چکے تھے، جب عادتاً اولاد کی توقع باقی نہیں رہتی، اور آپؐ کی اہل خانہ بچہ جننے کے ناقابل سمجھ لی گئی تھیں۔ اور دعا بھی آپؐ نے بڑے چاؤ اور لاک کے ساتھ کی ہے۔

(۵۷) قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُورٍ مُّزِيدٍ۔ (سجۃ - ۲۵)

(زکریاؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں۔ اور سر میں بالوں کی

بَدُ عَاثُكَ رَبِّ شَقِيًّا هَ وَ اِنِّي خِفْتُ
 الْمَوَالِي مَنْ وَّرَاءِي وَ كَا نْتَ اَمْرًا
 عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝
 يَرِثُنِي وَيَرِثْ مِنْ اِلٰی يَعْقُوبَ وَاَعْطُ
 رَبِّ رَضِيًّا۔ (مریم - ۱۷)

سفیدی بھیل پڑی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے
 میرے پروردگار میں (کبھی) محروم نہیں رہا ہوں۔
 مجھے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ ہے
 اور میری بی عقیم ہیں۔ تو تو اپنے (فضل) خاص
 سے مجھے ایسا وارث عطا کر جو میرا وارث بنے اور
 اولاد یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے پروردگار
 مقبول بھی کر۔

دعا قبول ہوں۔ موانع حل مٹا دیئے گئے اور فرزند صالح کی بشارت مل گئی۔
 (۵۸) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى
 وَاصْلَحْنَاهُ زَوْجَةً۔ (الانبیاء - ۸۷)
 سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ
 فرزند عطا کیا۔ اور ان کے لئے ان کی بی بی کو اولاد
 کے قابل بنا دیا۔

دعا بڑے مبارک وقت و محل میں کی گئی تھی اور دعا ذریت صالح کے لئے تھی۔ حجرہ
 بیت المقدس میں مریم کے پاس خارق عادت نعمتیں دیکھ کر معاً آپ نے دعا کی تھی۔
 (۵۹) هُنَالِكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ قَالَ
 رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً
 اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (ال عمران - ۴۰)
 وہیں (یا اسی وقت) زکریا نے اپنے پروردگار سے
 دعا کی عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے
 (فضل) خاص سے ذریت طیبہ عطا کر بے شک
 تو بڑا سننے والا ہے دعا کا،

بشارت عین حالت نمازیں فرشتوں کی زبان سے ملی کہ فرزند نہ صرف نولد ہوگا، بلکہ
 ہر طرح صالح و سعید، یہاں تک کہ نبی ہوگا۔
 (۶۰) اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مَوْلٰى تَآ
 بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا
 اللہ آپ کو بشارت دیتا ہے یحییٰ کی جو کلمہ اللہ
 کی تصریح کرنے والے ہوں گے اور سردار ہوں گے

وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ (ایضاً) ادا اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے صالحین میں سے۔

بشارت تھی اتنی حیرت انگیز اور اسباب ظاہر کے لحاظ سے اتنی مستبعد کہ کہاں تو خود ہی اس کے لئے دعا کی تھی اور کہاں عام بشری ذہنیت کے مطابق، اس پر فرط حیرت سے جرح کرنے لگے، کہ ایک تو میں ضعیف، دوسرے میری بی بی عقیم۔ ان دو دو معذوریوں کے ہوتے ہوئے میرے اولاد ہوگی کیونکر؟

﴿۶۱﴾ قَالَ رَبِّ اَنۡیَ یَکُونُ لِیۡ غُلَامٌ وَّ عَرَضَ کِیۡ اے میرے پروردگار، میرے لڑکا قَدْ بَلَغَنِیۡ الْکِبَرُ وَاُمَرَاۤتِیۡ عَاقِرٌ ہوگا کیونکر، درآخا لیکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔ اور میری بی بی بھی عقیم ہے۔ (ال عمران - ۴۷)

اور جب دوبارہ اسی وعدہ کے تحقق کا یقین دلا گیا، تو آخر میں اتنا کہے بغیر پھر بھی نہ رہ سکے،

﴿۶۲﴾ رَبِّ اجْعَلْ لِّیۡ اٰیَةً۔ (ایضاً) اے میرے پروردگار، میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔

اور جواب ملا کہ

﴿۶۳﴾ اٰیٰتُکَ لَا تَکَلِّمُ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمَزًا۔ (ایضاً) نشان تمہارے لئے یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن بات چیت نہ کر سکو گے بجز اشارے کے۔

یہ سب آیتیں تو مراحات سے حضرات انبیاء سے متعلق ہیں۔ باقی ایک جگہ ذکر "عباد الرحمن" (اللہ کے خصوصی اور مقرب بندوں) کا ہے۔ اور وہاں ان کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ

﴿۶۴﴾ وَالَّذِیۡنَ یَقُولُوۡنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اٰزۡوَاجِنَا وِزْرًا مُّزَّیۡنًا قُرۡۃً اَعِیۡنِ یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد

وَأَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم

(الفرقان - ۶۷) کو پرہیزگاروں کا سردار بنادے۔

اور 'عباد الرحمن' میں ظاہر ہے کہ سب سے اشرف و اعلیٰ مرتبہ حضرات انبیاء کا ہونا ہے۔ اس لئے اگر اس دعا و تمنا کا تعلق ان حضرات سے بھی سمجھ لیا جائے، تو یہ کوئی بے جا اور بعید بات نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ اہل و عیال کا ہونا نہ صرف یہ کہ نبوت کے نفاذ کی کسی درجہ میں بھی نہیں، بلکہ کثرت سے انبیاء صاحب ازواج و اولاد ہوتے ہیں بلکہ بعض نے تو عین اس کی تمنا اور دعا بھی کی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے سن میں کی ہے، جب عموماً اس کی آرزو باقی ہی نہیں رہتی۔ تو انبیاء میں بشریت اس خاص حیثیت سے نہ صرف موجود بلکہ نمایاں رہی ہے۔

باب ۱۱

زلّات و قرب زلّات

وزیروں، امیروں، درباریوں میں کوئی زیادہ سے زیادہ بھی مُقرب ہو، پھر بھی کہاں وہ کہاں بادشاہ! ایاز، سلطان محمود کا محبوب ترین افسر تھا، اس پر بھی سلطان سلطان ہی تھا اور غلام غلام! یہ تناسب جب دنیا کے شاہ و رعایا، آقا و غلام میں پایا جاتا ہے، جو بہر حال مجبور مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب ایک ہی سطح پر ہیں۔ تو پھر سلطان حقیقی اور بندہ اور خالق اور مخلوق کے درمیان فرق کا کہنا ہی کیا! بعد و مقدار کے لئے زبان میں چلے ہوئے جتنے بھی لفظ ہیں، سب اس کی مقدار فرق کے اظہار سے قاصر، بجز ایک لفظ بے انتہا کے اس بے حد و نہایت فرق کی بنا پر آقا کو اختیار ہے کہ غلام کو جس خطا، جس لغزش، جس جرم پر جو چاہے سزا دے، اور جن لفظوں میں چاہے۔ اس کو تنبیہ کرے۔ یہ حقیقت بنیادی طور پر پیش نظر ہے، تو آئندہ سطور کے پڑھنے میں آسانی رہے گی۔

پیمبر اس طرح نہیں پیدا کئے جاتے، کہ ان کی فطرت ہی سے معصیت کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہو۔ اگر ایسے ہوں تو انہیں بشر کہا ہی کیوں جائے۔ وہ فوق البشر ہی نہ ہو جائیں۔ ایسی فطرت تو صرف ملائکہ (فرشتوں) کی ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء پر بھی نہیں کہ بہت دفعہ لغزشوں کے قریب پہنچ گئے ہیں، بلکہ کبھی کبھی تو لغزشیں ان سے سرزد ہو کر بھی رہی ہیں۔ پھر عین وقت پر رحمت الہی نے اس ٹوٹے ہوئے تعلق کو از سر نو جوڑ دیا۔

انبیاء کی زندگی کے دو دور کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلا دور ہر نبی کی زندگی کا قبل نبوت ہوتا ہے۔ دوسرا وہ، جب وہ منصب نبوت پر سرفراز ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے دور میں

گو اس میں بہترین صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، اور اپنے عام اخلاق و اطوار میں وہ اپنے ہم چشموں سے علانیہ ممتاز ہوتا ہے، پھر بھی لغزشوں کا اس کے لئے نہ صرف امکان رہتا ہے، بلکہ واقعہً ان کا صدور بھی اس سے ہو چکا ہوتا ہے، سب سے پہلا سبق آموز قصہ اس بابے میں حضرت آدمؑ کا ہے۔ وہ ابھی روئے زمین پر بہ حیثیت نبی آئے بھی نہ تھے، کہ شیطان نے اپنی وسوسہ اندازی کا اثر ان پر ڈال ہی دیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

① فَازَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا۔ شیطان نے ان دونوں (آدم و زوج آدم) کو اس مقام سے ڈگادیا۔ (البقرة - ۲۷)

حضرت آدمؑ کی ذات کی حد تک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

② فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ۔ پھر شیطان نے ان (آدم) کو وسوسہ میں (طے - ۷۷)

دوسری جگہ اس اجمال کی مختصر سی تشریح بھی ہے۔

③ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ..... تو شیطان نے ان دونوں (آدم و زوج آدم) قَدْ لَهُمَا بُغْرٌ وَّيْر۔ (الاعراف - ۲۷) میں وسوسہ ڈالا اور دونوں کو دھوکے سے نیچے لے آیا۔

ابو البشر، پر شیطان کی یہ وسوسہ اندازی کامیاب ہوئی۔ اور آپؑ سے شجر ممنوعہ کا پھل کھا لینے کی لغزش کا واقعی صدور ہو کر رہا۔

④ فَأَكَلَا مِنْهَا۔ (طے - ۷۷) دونوں نے اس (درخت) سے کھا لیا۔

یہی حقیقت دوسرے لفظوں میں۔

⑤ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ (الاعراف - ۷۷) جب دونوں نے اس (درخت) سے کچھ لیا۔

لغزش کے طبعی نتیجے بھی معاً ظاہر ہوئے، اور گرفت بھی نافرمانی پر فوراً ہوئی۔

⑥ أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں

وَأَقْلُ تَلْكَمَاتِ الشَّيْطَانِ لَكُمْ أَدَمُ وَوَمَبِينُ (ایضاً) کر چکا تھا۔ اور یہ نہیں کہہ چکا تھا، کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

جرم اس درجہ کا تھا، کہ اس پر عصیان و غوایت کا اطلاق مراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

④ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ اور آدم نے اپنے رب کا قصور کیا، سو وہ بہک گئے۔ (ظہ - ع ۷)

اور شیطان کی یہ کامیابی آدم دشمنی، نسل آدم کے سامنے بطور مستقل درس عبرت کے پیش فرمائی گئی۔

⑧ يٰبَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ آبَايَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يُزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِرَهُمَا (الاعراف - ع ۳)

اے آدم زادو، شیطان تمہیں کہیں قنہ میں ڈال دے، جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوا دیا تھا اس حال کے ساتھ کہ ان کا لباس بھی ان سے اُتر دیا تھا جس سے ان کے ستران کو دکھائی دینے لگے۔

غرض مراحت، بلکہ صراحت در صراحت تو حضرت آدم کی زلت کی تو ہو چکی، لیکن یہ ساری حکایت ان کے دور قبل نبوت کی ہے نبوت سے سرفراز تو وہ اس دنیا میں آنے کے بعد ہوئے ہیں۔ اور ایسی ہی صراحت حضرت موسیٰ کے دور قبل نبوت کی ایک لغزش کی وارد ہوئی ہے۔ مصر میں ایک قبطی ایک اسرائیلی سے جھگڑ رہا تھا۔ اسرائیلی کی فریاد پر آپ اس کی مدد کو گئے۔ آپ کے گھونے کی ضرب سے وہ قبطی اتفاقاً مر گیا۔ اس کا ذکر خود آپ کی زبان سے ہے۔

⑨ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ موسیٰ نے اس کے مگھارا، جس نے اس کا کام ہی تمام کر دیا، آپ نے کہا یہ تو عمل شیطانی ہوا۔

مَبِیْنٌ۔ (القصص - ۲۷) بے شک شیطان تو کھلا ہوا دشمن ہے گمراہ کرنے

والا۔

دوسری جگہ بھی آپ ہی کی زبان سے نقل ہوا ہے۔

⑨ قَالَ فَحَلَّتْهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ فَقَدَرْتُ مَلَكَ لَمَّا خَفْتُكَ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حَكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (الشعراء - ۲۷)

آپ نے کہا، کہ مجھ سے یہ نمل ایسے وقت سرزد ہوا، جب میں بھٹکے ہوؤں میں تھا۔ اس پر میں تمہارے ہاں سے، جب مجھے تم سے خوف معلوم ہوا، بھاگ گیا۔ پھر اللہ نے مجھے حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا۔

تو یہ ساری سرگزشت، دو پیمبروں کی، اُن کے دورِ نبوت سے قبل کی تھی۔ لیکن خود نبوت مل جانے کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ نبی سے بشریت ہی سلب کر لی جائے، اس کی فطرت ایسی بنا دی جائے کہ شیطانی تحریک سے اثر پذیری کی صلاحیت ہی اس میں باقی نہ رہ جائے اور پیمبری دعوت میں خلط شیطانی کی سرے سے گنجائش ہی نہ رہنے پائے۔ حضورؐ کو مخاطب کر کے ایک عام قاعدہ سائے انبیاء کے لئے سنایا گیا۔

⑩ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ۔ (الحج - ۷۷)

ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا، جس کو یہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے کچھ پڑھا، تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ میں ڈال دیا ہو۔

اور اس اجمالی بیان کے علاوہ، تین پیمبروں کا تو نام لے کر ان کی لغزشوں کی حیرت فرمائی گئی ہے۔ ایک ان میں سے حضرت سلیمانؑ ہیں۔ ان کے ذکر میں ہے کہ ایک بار کسی ذبیہ مال (روایتوں میں ذکر گھوڑوں کا آتا ہے) کا جائزہ لیتے وقت عبادت کا وقت آپؐ سے ٹل گیا تھا۔ اسے آپؐ ہی کی زبان سے ادا کیا ہے۔

۱۱) فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حَبَّ الْخَيْرِ بولے، میں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار
عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کی یاد سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب پردہ
(ص - ۳۷) میں چھپ گیا۔

دوسرا ذکر آپ ہی کے والد ماجد حضرت داؤد کا ہے۔ آپ سے بھی کوئی ایسی لغزش
صادر ہو گئی تھی، جس کی نصرت قرآن مجید میں نہیں۔ لیکن بہر حال آپ کو اس سے استغفار
کرنا پڑا تھا۔

۱۲) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ - (ص - ۴۷)
اور داؤد کو خیال گزرا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا
ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا
اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے، سو ہم نے
ان کو معاف کر دیا۔

تیسرا نام اس سلسلے میں حضرت یونس کا آتا ہے۔ جن کی بابت یہ صراحتیں درج ہیں۔
۱۳) وَذَٰلِ النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاصِبًا فَظَنَّ أَن لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ - (الانبیاء - ۶۷)
اور ذوالنون کا بھی تذکرہ کیجئے، جب وہ غصّہ میں
آکر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر کوئی
گرفت نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے (مچھلی کے پیٹ
کے) اندھیروں میں پکارا کہ (اے اللہ) تیرے سوا
کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے، میں بے شک

قصور واروں میں ہوں۔

ہمارے نبی اکرم کی ذات چونکہ انبیاء میں کامل ترین و جامع ترین ہوتی ہے، اور قیامت
تک کے لئے ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے نمونہ اور حجت و سند کی حیثیت رکھتی ہے اس
لئے قدرۃ سب سے زیادہ احتساب بھی آپ ہی کے لئے مخصوص رہا۔ پہلی تنبیہ جو ہوتی
ہے، وہ آپ کو حضرت یونس ہی کی مثال دے کر فرمائی گئی ہے جو اپنے پروردگار سے

وقتِ طور پر روٹھ گئے تھے۔

(۱۴) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ
كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ
مَكْظُوْمٌ۔ (القلم - ع ۱۲)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر (وہ جو کچھ بھی ہو)
صبر سے قائم رہیے، اور مچھلی والے (پیمر) کی
طرح نہ ہو جلیے، جب کہ انہوں نے دعا کی۔
اس حال میں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے۔

حضور کی حفاظت خصوصی کا انتظام اگر غیب سے نہ کر دیا گیا ہوتا، تو دشمنان حق و دشمنان

دین خدا معلوم آپ سے کیا کیا کر لے رہتے۔

(۱۵) وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْكَ عَنِ
الَّذِىْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ لِتَفْهَرٰى عَلَيْنَا
غَيْرُوْكَ وَاِذَا لَاتُخَذُ وَاُكْ خَلِيْلًا وَّلَوْ لَا
اَنْ نَّبْنِيَنَّكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ
شَيْئًا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل - ع ۸)

اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس سے بچلا دیتے
جو ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ تاکہ آپ اس کے سوا
ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں۔ اور یہی
حالت میں یہ لوگ آپ کو گہرا دست بنا لیتے۔
اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو
آپ ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب پہنچ گئے ہوتے۔

یعنی گو ہماری حفاظت نے آپ کو شیطانی اثرات سے ہمیشہ محفوظ ہی رکھا، اور آپ میں
شائبہ بھی اُن اثرات کا نہ آنے دیا، تاہم اس کا خطرہ اور احتمال تو بہر حال تھا ہی۔ انبیاء کی
فطرت ایسی بنا کر بھیجنا کہ ان میں کسی شیطانی تاثر کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی سرے
سے نہ رہے، حکمت الہی کے منافی ہے۔

آیت سے معاملتی جو دوسری آیت ہے، اُسے بھی پڑھ لیجیے، تاکہ تخویف و تہدید
کا پورا نقشہ ذہن کے سامنے آجائے۔

(۱۶) اِذَا لَاتُخَذُ وَاُكْ خَلِيْلًا وَّلَوْ لَا
اَنْ نَّبْنِيَنَّكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ
شَيْئًا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل - ع ۸)

اگر کہیں ایسا ہوتا، تو ہم آپ کو دُہرا عذاب پہنچاتے
زندگی میں بھی اور موت میں بھی پھر آپ ہمارے

عَلَيْنَا لَصِيرًا۔ (ایضاً)

مقابلہ میں کوئی بھی مددگار نہ پاتے۔

پیمبروں میں سب کا سرور و سردار ہونا کوئی معمولی نعمت تھی؟ اور ظاہر ہے کہ ذمہ داریاں بھی مرتبے کے ساتھ ہی ساتھ چلتی ہیں۔ قدرتنا جتنا اہتمام آپ کی ذمہ داریوں کا رکھا گیا، آپ کے مرتبے ہی کی نسبت سے ہے۔

ذیل کی تنبیہی آیتیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، جن میں آپ کو ایک متعین لغزش پر آگاہ و متنبہ کیا گیا، حالانکہ یہ لغزش بھی، صرف صوری تھی، حقیقی نہ تھی۔

(۱۴) عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى
وَمَا يَدُرُّكَ لَعَلَّهُ يَكْزُكَ أَوْ يُدَاكِرُ
فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى
فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّقْ وَأَمَّا عَلَيْكَ الْأَى
يَكْرَى وَأَمَّا مَنِ جَاءَكَ يُسْئِلُ وَهُوَ
يَخْشَى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى كَلَّا۔
(عبس)

(یہ غیر) جیسے بہ جبین ہوئے اور منہ پھیر لیا اس پر
کہ ان کے پاس نہ بیٹا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر، شاید
وہ سنو رہی جاتا، یا نصیحت قبول کر لیتا، سو اس
کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔ تو جو شخص بے نیاز
ہوتا ہے آپ اس کی تو فکرمیں پڑ جاتے ہیں حالانکہ
آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنو رہے اور جو
شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ
حیثیت بھی رکھتا ہے۔ آپ اس سے بے توجہی
کرتے ہیں زہار (ایسا نہ کیجئے)

نا بیٹا صحابی کئے بجائے فوری التفات اشرف قریش کی طرف فرمانے کی بنیاد کام تر
یہ دینی مصلحت تھی کہ ایک طرف مشرکین کے اکابر کو دین توحید کے اندر لانا تھا، اور دوسری
طرف ایک مومن کو صرف کوئی جُزئی مسئلہ بتانا تھا۔ اور اس لئے حقیقتاً اس واقعہ میں کسی
ذلت (لغزش) کا صدور آپ سے ہوا ہی نہیں، لیکن بہر حال حاکم حقیقی و حکیم مطلق کی
نظر میں یہ ظاہری اور صوری فرد گزاشت بھی غیرتِ دینی کے تعاضد کے منافی تھی اور اس لئے
قابل گرفت ٹھہری۔

اسی طرح جب قرآن مجید آپ پر فرشتہ جبریل کے ذریعہ نازل ہو رہا تھا، آپ وفور شوق میں فرشتہ کی قرأت کے ساتھ ہی ساتھ، خود بھی کلام پاک کو دہرانا شروع کرتے تو ہدایت نازل ہوئی کہ یہ بات بے جا ہے۔

(۱۸) لَا تَسْرِكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔
آپ قرآن پر اپنی زبان نہ چلایا کیجئے، اس خیال سے کہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں۔ یہ تو ہمائے ذمے ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا (القیامۃ - ع ۱)

پڑھو ادینا۔

ایک بار ایک خاص قسم کے شہد سے احتراز کا عہد آپ نے کسی بی بی صاحبہ کی خاطر سے کر لیا۔ پیمر کا یہ عمل صورتہ ایک حلال غذا کو اپنے اوپر حرام کر لینا تھا۔ بارگاہ خداوندی اس پر بھی گرفت ہوئی اور اس گرفت نے قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں جگہ پالی۔

(۱۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ۔
اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے، آپ اس کو کیوں حرام کئے لیتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ (التحریم - ع ۱)

اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلق بی بی سے عقد کر لینا اب بھی بہت جگہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور عرب جاہلیت میں تو یہ خاص طعن کی چیز تھی۔ اور محل طعن سے بچنا ہر بشر کے لئے ایک امر طبعی ہے۔ کوئی فسق یا ضلالت نہیں۔ پھر بھی حضورؐ سے جب ایک موقع پر اس تقاضائے بشریت کا اظہار ہوا، تو معاود پر سے تنبیہ بھی نازل ہوئی۔

(۲۰) وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔
آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ اندیشہ لوگوں سے کر رہے تھے، حالانکہ اندیشہ کرنا آپ کو اللہ ہی سے سزاوار تر ہے۔ (الاحزاب - ع ۱)

کو اللہ ہی سے سزاوار تر ہے۔

کہیں کسی غدمہ، معاملہ میں آپ اگر کسی کو بے قصور سمجھ کر اس کی رعایت یا احباب نے فرمانے لگتے، تو یہ چیز بھی بارگاہ خداوندی میں آپ کے ثنایاں شان نہ قرار پاتی، اور تنبیہی آتیں، بلا تا مل اس پر نازل ہو جاتیں۔

(۲۱) اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بِهِ النَّاسُ بِمَا اَوْزَلَ
اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيْنَ خَصِيْمًا وَّ
اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا وَلَا تَجَادِلْ عِى الَّذِيْنَ
يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ (النساء ۶۷)

بے شک ہم نے آپ پر (یہ) کتاب اتاری ہے عیقت
کے ساتھ، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس
فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتایا ہے۔ اور آپ خافینوں
کی طرفداری کی بات نہ کیجئے اور استغفار کیجئے بیشک
اللہ بڑا مغفرت کرنے والا، بڑا رحمت والا ہے اور
ان لوگوں کی طرف سے کالت نہ کیجئے جو اپنے ہی
حق میں خیانت کر رہے ہیں۔ اللہ ایسے شخص کو دوست
نہیں رکھتا، جو بڑا خیانت کریم والا، بڑا گنہگار ہو۔

باب (۱۲)

دعا، استغفار، مناجات، استعاذہ

عبدیت کا ایک بڑا، بلکہ سب سے بڑا مظہر، بندہ کی اپنے رب سے دعا و مناجات ہے، خواہ یہ دینی و اخروی سلسلے میں ہو یا دنیوی و مادی میں۔ انسان اپنے ان دیکھے مالک و مولا کو پکارتا اسی وقت ہے، جب کسی نہ کسی حیثیت سے اپنی بندگی، بیچارگی، ضعف و عجز کا احساس کرتا ہے۔ اور جس نسبت سے یہ احساس گہرا اور مضبوط ہوگا، اسی نسبت سے اس پکار میں اخلاص، خضوع و خشوع بھی بڑھا ہوا ہوگا۔ اور قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی عبدیت اس معیار پر بالکل ہی پوری اتر رہی ہے۔

سورۃ الانبیاء کے ایک رکوع میں ذکر متعدد پیغمبروں کا ہے حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت ادریسؑ۔ حضرت ذوالکفلؑ۔ حضرت یونسؑ۔ حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کا۔ اور ان کے ذکر کے آخر پر ہے۔

① اِنَّهُمْ كَانُوْا اِيسَارِ عُوْتٍ فِیْ
یہ سب نیک کاموں کی طرف دوڑتے تھے
الْخِیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَآرْعَبًا وَّ
اور ہمیں پکارتے تھے۔ شوقِ خوف کے ساتھ
رَهْبًا وَّ كَانُوْا لِنَاخَا شِعِیْنَ ۔
اور ہمارے حضور میں دب کر رہتے تھے۔

(الانبیاء - ۶ ع)

اس سے ذرا اوپر ذکر اور چند پیغمبروں کا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت اسحقؑ و حضرت یعقوبؑ کا، اور ان سب سے متعلق ہے۔

② وَجَعَلْنَاهُمْ اٰیٰتَةً یُّهْدُوْنَ
اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے

بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَكَانُوا
لَنَا عِبْدِينَ۔ (الانبیاء - ع ۵)

ہدایت کرتے تھے، اور ہم نے ان پر وحی بھیجی
نیک کاموں کے کرنے کی اور نماز کی پابندی
کی اور ادائے زکوٰۃ کی۔ اور یہ لوگ ہماری (بڑی)
عبادت کرنے والے تھے۔

یعنی عبدیت سے بے نیازی انہیں ذرا بھی نہ تھی۔ اور وہ خود التجا و نیاز میں لگے
رہتے تھے۔

سب سے پہلی تصریح ابوالانبیاء حضرت آدمؑ کے ذکر میں ملتی ہے جب اُن سے
معصیت کا وقوع ہو چکا تو۔

﴿۳﴾ فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ
فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔
(البقرة - ع ۴)

اس کے بعد آدمؑ نے اپنے پروردگار سے حاصل
کرنے کچھ لفظ، اور وہ (پروردگار) اُن پر رحمت
کے ساتھ متوجہ ہوا۔ اور وہ ہی بڑا توبہ قبول
کرنے والا اور بڑا مہربان۔

یہ ”چند الفاظ“ ظاہر ہے کہ توبہ و معذرت کے تھے۔

اور پھر انہیں کی زبان سے مزید تصریح ہے،

﴿۴﴾ قَالَ رَبِّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ
لَمْ تُغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (الاعراف - ع ۲۴)

(آدم و حوا) دونوں نے عرض کی، کہ اے ہمارے
پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ تو اگر
تو ہی ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہمارے اوپر
مہربانی نہ کرے گا تو ہم سخت گھلٹے میں رہیں گے۔

مان لیجئے کہ یہ کلام زمانہ نبوت سے قبل کا ہے۔ اور یہی تاویل حضرت موسیٰؑ کے
بھی اس کلام میں ہو سکتی ہے، جہاں آپؑ نے ایک صرف صوری معصیت (بلا قصد قتل
قطعی) کے بعد مناجات کی ہے کہ

⑤ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اے میرے پروردگار، میں نے (اَن جان) اپنی ذَاغْفِرْلِیْ۔ (القصص - ۲۷) جان پر ظلم کر لیا، تو تو معاف کر دے۔
اور اس کی معافی کا پروانہ بھی معاملہ کیا۔

⑥ فَخَفَرَ لَہٗ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ سوائے اللہ نے انہیں معاف کر دیا، اور بے شک الرَّحِیْمُ۔ (الضحّٰ) وہ بڑا مغفرت والا اور بڑا رحمت والا ہے۔
لیکن دوسرے مقامات پر جو مصاحبتیں ہیں اور وہ بھی نہ تکرار، انہوں نے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اور اشتباہ کی گنجائش نہیں باقی رکھی ہے۔

حضرت نوحؑ اپنی قوم کی مسلسل نافرمانیوں اور اپنی دعوت کی مسلسل ناکامیوں سے عاجز آکر دعا کرتے ہیں۔

⑦ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا کَدْ بُوْنُ۔ اے میرے رب، میرا بدلہ لے اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ (المومن - ۲۷)

اور کمال عجز سے یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

⑧ اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ میں (ہر طرح) درماندہ ہوں، تو توبدلہ لے۔ (القر - ۷۱)

اور وحی الہی سے یہ خبر پا جانے کے بعد کہ اب نافرمانوں میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا، یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

⑨ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ اَلْاَرْضَ مِنْ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے (آ) ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔ (نوح - ۲۷)

اور جب حکم الہی سے کشتی پر مومنین کے ساتھ سوار ہوتے ہیں تو خیریت کے ساتھ اترنے کی یوں دعا مانگتے ہیں۔

⑩ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا اے میرے رب مجھے مبارک اتارنا آماریا اور

وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (المؤمن: ۶) تو سب سے بہتر آتائے والا ہے۔

اور پھر جب آپ اجتہادی غلطی سے اپنے نافرمان فرزند کی نجات کی درخواست کر بیٹھے، اور جواب دراز رنگ عتاب میں ملا تو پھر کس الحاح و لجاجت سے معذرت بھی پیش کرتے ہیں۔

⑪ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنُ مِنَ الْخُسْرَيْنِ۔ (ہود - ۴۷)

اے میرے رب، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس امر کی، کہ تجھ سے درخواست کروں ایسے امر کی جس کی (حقیقت کی) مجھے خبر ہی نہ ہو۔ اور اگر تو ہی میرا مغفرت نہ کرے گا، اور مجھ پر رحم نہ کرے گا، تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم خلیلؑ جب اپنے فرزند جلیل حضرت اسمعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے ہیں، تو ساتھ ہی ساتھ زبانوں پر یہ زمزمہ عبودیت بھی ہے۔

⑫ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرہ - ۱۵۷)

اے ہمارے رب (یہ خدمت) ہم سے قبول فرما، تو تو بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔

اور اسی کے ساتھ دعا بھی ذرا لمبی سی ہے۔

⑬ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ (البقرہ - ۱۵۷)

اے ہمارے رب ہم دونوں کو (اور زیادہ) مطیع بنالے اور ہماری نسل میں سے ایک ایسی امت پیدا کرے جو تیری مطیع ہو۔ اور ہم کو ہمارے حج کے ارکان بتا۔ اور ہماری توبہ قبول کر، اور تو ہی ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اور پھر انہیں ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ایک بڑی لمبی دعا، اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں اور اپنے بسائے ہوئے شہر مکہ کے حق میں، اس وقت منقول ہے، جب آپ نے

اول اول اس شہر کو آباد کیا ہے۔

(۱۴) رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا
وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ
رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ رَبَّنَا إِنِّي أَسْأَلُكَ
مِنْ دَرَجَتِي يَوْمَ الدِّعْرِ عِنْدَ
بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الشَّمْرِ ابِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔

(ابراہیم - ۶۷)

اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دیجیو
اور مجھ کو اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے
بچائے رکھو۔ اے میرے پروردگار، انہوں نے
بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے، پھر جو شخص
میرا کہنا مانے سو تو بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت
والا ہے؟ اے میرے پروردگار میں نے اپنی
اولاد کو تیرے معزز گھر کے قریب بسا دیا ہے ایک
میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں۔ اے
ہمارے پروردگار تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں
تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے،
اور انھیں پھل کھانے کو دے تاکہ یہ لوگ شکر گزار

رہیں۔

دعا واضح طور پر فلاح و آخری کے ساتھ ساتھ فلاح دنیوی کے لئے بھی ہے۔ اور پوری
طرح اس حقیقت کا اظہار کرتی ہے کہ حضرات انبیاء اپنی اولاد کے حق میں ان کی طلب ہدایت
کے علاوہ۔ ان کی دنیوی فلاح و بہبود کے بھی کتنے آرزو مند رہتے ہیں۔ طویل دعا ابھی ختم نہیں
ہوئی، ایک حصہ ابھی اور ہے۔

(۱۵) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ
وَمِنْ دَرَجَتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ (ابراہیم - ۶۷)

اے میرے پروردگار مجھ کو بھی نماز کا اہتمام
رکھنے والا بنا دے اور میری بعض اولاد کو بھی۔ اے
میرے پروردگار میری بھی مغفرت کر دیجیو اور
اور میرے والدین کی بھی اور (سائے) مومنوں

کی بھی، حساب قائم ہونے کے دن۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا، کہ پیمبر تک خود اپنی مغفرت تک کی دعا کرتے رہتے ہیں۔
اسی دعا کے درمیان میں ایک ٹکڑا مناجاتی رنگ کا یہ بھی آگیا ہے۔

(۱۶) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِيْ
عَلَى الْكِبَرِ اِسْمَاعِيْلَ وَرَاسِخَتِيْ اِسْتِ
رَاقِيْ لَسَمِيعِ الدُّعَاۓ۔ (البرہم - ۶۷)

(ساری) حمد اللہ کے لئے ہے، جس نے مجھے کبرئی
میں اسمعیل واسختی (دو فرزند) عطا کئے بے شک
میرا پروردگار دعا کا بڑا سننے والا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ انبیاء باوجود اپنی کبرئی کے، اولاد کی طلب رکھتے ہیں،
اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور قبول دعا کے بعد اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ شکر گزار
ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے، قبل نبوت، جب اتفاقی طور پر ایک مصری کی ہلاکت کی
نوبت آگئی ہے۔ تو آپ بلا تامل اس کو ایک شیطانی حرکت قرار دیتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار
میں لگ جاتے ہیں۔

(۱۷) قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ
اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ
رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔
(القصص - ۲۷)

آپ بولے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوئی بے شک
وہ کھلا ہوا دشمن ہے مگر اسی میں ڈال دینے
والا۔ (پھر) بولے اے میرے پروردگار میں نے
اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف کر دیجیو۔

اور آئندہ کے لئے پورے محتاط رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ
فَلَنْ اَكُوْنَ ظٰهِرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔
(ایضاً)

عرض کی اے میرے پروردگار تو نے جو میرے
اوپر انعامات کئے ہیں، تو میں اب کبھی مجرموں
کا پشت پناہ نہ بنوں گا۔

پھر جب آپ کے ہاتھوں قتل واقع ہو جانے کی خبر پھوٹی ہے، اور آپ اپنی جان

کے حفظ کے لئے شہر چھوڑ کر دوسرے ملک کو جاتے ہیں تو اپنی حفاظت کے لئے دعا کرتے جاتے ہیں۔

(۱۹) فُخِّرَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَزَقَّى
قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
پھر آپ اس شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی
حالت میں (اور) بولے اے میرے پروردگار
مجھے ان ظالم لوگوں سے بچائیو۔ (ایضاً)

پھر راستہ سے ناواقفیت کی بنا پر اللہ سے یہ دعا بھی مانگتے جاتے ہیں کہ کہیں راہ سے
بھٹک نہ جائیں۔

(۲۰) وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ
قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ
پھر جب آپ مدین کی طرف ہوئے، تو بولے کہ
مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے ہی
راستہ پر چلائے گا۔ (القصص - ۳۷)

اس کے بعد جب آپ سفر کی منزلیں طے کر کے شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے ہیں، اور وہاں
دو شریف زادیوں کی کچھ خدمت بھی کی، تو معاً آپ سایہ میں جا بیٹھے ہیں، اور رفعِ گرسنگی کے
لئے اپنے رب سے دعا کی ہے۔

(۲۱) ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ
إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ
پھر آپ ہٹ کر سائے میں جا بیٹھے۔ اور پھر آپ
نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو جو نعمت
بھی مجھ کو بھیج دے میں اس کا محتاج ہوں۔ (ایضاً)

اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ پیغمبر دعائیں صرف روحانی ہی برکتوں اور ہدایتوں کے
لئے نہیں۔ بلکہ طلبِ رزق کے لئے بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ کو نبوت عطا ہوئی ہے، تو آپ نے مناجات کی ہے، کہ میری شکلا
آسان فرما دیجئے اور اس امرِ ہم میں میرے بھائی کو میرا شریک منصب کر دیجئے۔

(۲۲) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي
عرض کی کہ اے میرے پروردگار، میرا حوصلہ

وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدًا
مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ
لِي ذَرِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَرُونَ أَخِي
أَشَدُّ دُبَّةَ أَزْرَى وَأَشْرِكُهُ فِي
أَمْرِي - (طه - ع ۲)

فراخ کر دے، اور میرا کام آسان بنائے اور
میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ وہ لوگ میری
بات سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے والوں میں
سے میرا ایک معادن مقرر کر دے، یعنی میرے
بھائی ہارون کو ان کے ذریعہ میری قوت کو مستحکم
کر دے، اللہ انہیں میرے کام میں شریک کر دے۔

اس درخواست کی منظوری اور عطائے نبوت کے بعد جب ایک موقع پر پھر کوہ طور پر
باریابی ہوئی ہے آپ نے درخواست تقائے رب کی کی ہے، اور آپ پر بے ہوشی طاری
ہو گئی ہے، اس سے افاقہ کے بعد آپ نے توبہ اپنی اس درخواست سے کی ہے۔

(۲۳) فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ
إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ -
توجہ انہیں افاقہ ہو گیا، تو انہوں نے عرض
کی کہ بے شک تیری ذات منزہ ہے میں تیرے
حضور میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں
(الاعراف - ع ۱۷)

ہی اس پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت ایک بار توریت لینے کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اور اپنا نائب بنا کر حضرت
ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ اس درمیان میں حضرت ہارون کی موجودگی و ممانعت کے باوجود
آپ کی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ آپ معاً پہاڑ سے واپس آئے، اور قدردنا
حضرت ہارون کو اس کا ذمہ دار سمجھ کر ان سے سخت برہم ہوئے۔ پھر جب آپ پر حقیقت
حال ظاہر ہو گئی۔ آپ نے اپنے اور حضرت ہارون دونوں کے لئے اپنے رب سے اس کی ارحم
الرحیمین کا واسطہ دے کر دعائے مغفرت کی ہے۔

(۲۴) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي
وَأَدْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ
عَرَضَ کی اے میرے رب میری اور میرے بھائی کی
مغفرت کر، اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل

الرَّاحِيَيْنِ (الاعراف - ع ۱۸) فرما، اور تو توبہ رحم کرنے والوں سے بڑھ

کر رحیم ہے۔

ایسے ہی ایک موقع پر آپؐ اپنے رب کی خیر الغافرینی کا واسطہ دے کر اس سے دعا اپنی اور اپنی امت کی مغفرت کی کرتے ہیں۔

(۲۵) تَضَلَّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ دَيُّبٌ فَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَفِرِينَ۔ (الاعراف - ع ۱۹)

(ایسے امتحانوں سے) تو جسے چاہے گمراہی میں ڈال دے، اور جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے، تو ہی تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہی ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر۔ اور تو ہی بہترین مغفرت کرنے والا ہے۔

حضرت یونسؑ کا شمار بھی بڑے پیغمروں میں ہے۔ آپؑ کی مناجات و استغفار کا مذکور قرآن مجید میں دو جگہ ہے۔ پہلی باریوں کہ

(۲۶) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (الانبیاء - ع ۶)

اور پھیلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے، جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے اور اندیرہ سمجھے کہ ہم ان پر گرفت نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں کے اندر سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں قصور دار ہوں۔

دوسری جگہ آپؑ کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد ہے،

(۲۷) قَالَتْ قَمَّهِ الصُّوْتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۚ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْتَجِيبِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ (الشُّفَّت - ع ۵)

پھر انہیں پھیلی نکل گئی، اس حال میں کہ وہ اپنے کلمات کر رہے تھے تو اگر وہ تیسع کرنے والوں میں نہ ہوتے وہ قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔

یہاں گویا یہ بھی بتا دیا کہ ان پیمرِ برحق کو بطنِ ماہی کی قید سے رہائی جو ملی، وہ اسی تسبیح و استغفار ہی کی برکت سے ملی۔

حضرت داؤد کا جو مرتبہ پیمریوں میں ہے، وہ معلوم و معروف ہے آپ کے تذکرہ میں ایک خاص واقعہ کے بعد آتا ہے۔

(۲۸) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّهُ مَقْتُلُهُ فَاسْتَشْفَعَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا
اور داؤد کو (اس سے) خیال گزرا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے۔ سو انہوں نے اپنے پروردگار سے استغفار کیا، اور سجدہ میں گر پڑے اور

رجوع ہوئے۔

اور پھر ذرا آگے بڑھ کر حضرت سلیمان کی عادتِ رجوع و توبہ کا ذکر ہے۔

(۲۹) نَحْمَ الْعَبْدَ إِنَّهُ أَوَّابٌ - بڑے اچھے بندے تھے، کہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔ (ص - ۳۶)

یہ حضرت سلیمان، ایک بڑے دنیوی بادشاہ بھی تھے، اُن کے ذکر میں ہے کہ ایک بار جب اُن سے عبادت میں غفلت ہو گئی تھی تو معاس کا احساس ہوا،

(۳۰) فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي سَتِي ثَوَارِدٌ اور آپ کہنے لگے ہیں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانچ بجاپ۔ (ص - ۳۶)

آفتاب پردے میں چھپ گیا، اور آگے ذکر ہے کہ آپ نے عملاً اس کی تلافی فرمائی۔

حضرت ایوب کا صبر ایک حکایت مشہور ہے۔ آپ کی مناجات اور فریاد کا ذکر

یوں آیا ہے۔

(۳۱) إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَتَىٰ مَسْحِيَّ جَب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطا الشَّيْطَانُ بَنَصْبٍ وَعَذَابٍ۔ (ص - ۴۶)

نہ مجھے رنج اور دکھ پہنچا دیا ہے۔

اور یہی تذکرہ دوسری جگہ دوسرے نفلوں میں۔

(۳۲) وَآتُوبَ إِذْ تَرَىٰ رَبَّهُ أَثْنَىٰ
مَسْنَىٰ الصَّرَّوَأَنْتَ أَرْسَمُ الرَّاحِمِينَ۔
اور ایوب کا تذکرہ کیجئے، جب انہوں نے اپنے
پروردگار کو پکارا کہ مجھے دکھ پہنچ رہا ہے، اور
تو توبہ سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (الانبیاء - ع ۶)

پھر ایک عام وصف ان کا وہی بیان ہوا ہے۔ جو حضرت سلیمان کا بیان ہو چکا
ہے۔ یعنی بہ تعاضلے عبدیت، توبہ و رجوع کی عام عادت۔

(۳۳) نَحْمُ الْعَبْدَ إِنَّهُ أَرْابٌ -
وہ بڑے اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع
(ص - ع ۴) ہونے والے تھے۔

دوسرے پیروں کا ذکر ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور امور میں ایک
امتیاز حاصل ہے۔ اس خصوص میں بھی آپ ایک حیثیت خصوصی رکھتے ہیں۔ استغفار کا ہیں
تو آپ کو حکم صریح ملا ہے۔ اور وہ بھی مطلق صورت میں، مثلاً
(۳۴) وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ - (النساء - ع ۱۶) اپنے اللہ سے استغفار کیجئے۔

یا
(۳۵) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔
اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کیجئے، اور اس سے
استغفار کیجئے۔ (النصر)

اور کہیں یہ حکم زنب کے ساتھ مقید و مضاف ہو کر ملا ہے مثلاً
(۳۶) وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَسَبِّحْ
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور شام و صبح (اپنے
پروردگار کی) پاکی اور حمد بیان کیجئے۔
(الہود - ع ۶)

یا پھر مثلاً

(۳۷) وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَلِأُمَّتِكَ
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور ایمان والوں اور

وَالْمُؤْمِنَاتِ - (عمہ - ۲۷) ایمان والیوں کے حق میں بھی۔

اور کہیں مغفرت و رحمت دونوں کی طلب ساتھ کرنے کا حکم ہوا ہے۔

(۳۸) قُلْ رَبِّ اغْفِرْ ذُنُوبِي وَارْحَمْنِي وَأَنْتَ

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ - (المومنون - ۶۷) اور تو تو بہترین

مہربان ہے۔

کہیں یہ حکم ملا ہے کہ شیطان کے شر اور فتنہ سے پناہ مانگی جائے مثلاً

(۳۹) وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ

نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ -

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی

وسوسہ پہنچے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے۔

(الاعراف - ۲۴۷)

اور انہیں لفظوں میں دوبارہ بھی یہی حکم ملا ہے ،

(۴۰) وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ

نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ -

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ

پہنچے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے۔

(حکم السجده - ۵۷)

اور کہیں یہی پناہ مانگنے کا حکم ان لفظوں میں۔

(۴۱) قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ

هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَعُوذُ بِكَ

رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ -

میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس سے کہ شیطان

میرے پاس بھی آئیں۔

(المومنون - ۶۷)

کہیں آپ کو یہاں تک ہدایت ہوئی ہے کہ معاصر کافروں پر عذاب کی امکانی آمد

سے بھی آپ اپنے لئے پناہ مانگیں۔

(۴۲) قُلْ رَبِّ اِمَّا تَرَيُّنِيْ مَا يُوعَدُوْنَ

آپ کہتے کہ اے میرے پروردگار جس عذاب

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ کے دن کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے، اگر

(المومن - ع ۶) تو مجھے دکھا دے تو اے میرے پروردگار

مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔

غرض استغفار کا ذکر، دوسرے پیمبروں کے سلسلہ میں بہ صورت حکایت واقعہ

کثرت سے آیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار واستعاذہ دونوں کا

حکم بہ مراحۃ بار بار ملا ہے۔

باب (۱۳)

مخالفت، تکذیب و ایذا

پیغمبروں کا کام آسان کبھی نہیں رہا ہے۔ اُن کی نرمی، شفقت، اخلاص، نیک خوئی، صلح جوئی، فراست و حسن تدبیر کے باوجود یہ کبھی بھی نہیں ہوا ہے، کہ ان کی راہ تبلیغ ہموار اور بلار کاوٹ رہی ہو۔ تضحیک و تمسخر، قید و بند، زد و کوب سے اُن کا مقابلہ ہمیشہ کیا گیا ہے، بلکہ نوبت کبھی کبھی تو ان کے قتل تک کی آگئی ہے۔ اور یہ عموماً تخیل، کہ ان کی حفاظت کے لئے ہر وقت فرشتے تعینات رہتے تھے، جو انہیں کسی حال میں ضرر و گزند پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ واقعیت اور تاریخت سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انبیاء سے مخالفت اور ان کی راہ میں مزاحمت شروع سے دنیا کا دستور چلا آ رہا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ معاملہ یہی مخالفت و معاندت کا پیش آتا رہا ہے۔ اور پیغمبروں کے خلاف افتراء و بہتان کوئی انوکھی بات ہرگز نہیں۔

① وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔

(الانعام - ۱۲۷)

کو، اور اس افتراء پر دازی کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

اور بے دین، بے اعتقاد، منکرین آخرت اسی طریقے سے اپنے جتنے اور گروہ بنا بنا کر اپنے اسی شغل مخالفت انبیاء میں لگے رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ ادپر کی آیت کے معابعد اور اسی سے متصل ارشاد ہوا ہے۔

② وَلِتَضَعِي إِلَيْهِ أَفْئِدَةً الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلَيْسَ ضَوْءٌ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ۔
تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ ان امور کے وہ بھی مرتکب ہو جائیں جن کے وہ ہوا کرتے تھے۔ (ایضاً)

ضد، ہٹ دھرمی اور جہود ان منکروں کے خیر میں داخل رہے ہیں۔ جہاں ایک دفعہ کلمہ انکار کا ان کی زبان سے نکل گیا، بس اس پر جم جاتے۔ اور اس سے ہٹنا جانتے ہی نہیں۔ حضرت نوحؑ کے بعد کی تاریخ دعوت انبیاء سینے۔

③ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُحْضِينَ۔ (یونس - ۸۷)
پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا۔ سو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلایا تھا، یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔ ہم سرکشوں کے دلوں پر اسی طرح بند لگا دیتے ہیں۔

ایسی شدید مخالفتیں یہ منکرین اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں کی کرتے آئے ہیں، کہ خود وہ انبیاء باوجود انتہائی پر امید اور مضبوط شخصیتیں رکھنے کے، یا یوں ہو ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

④ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ط....
اور ہم نے آپ سے قبل مختلف بستی والوں میں سے جتنے بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی.... یہاں تک کہ جب پیغمبر یا یوں

اَنَّهُمْ قَدْ كَذِبُوا جَاءَهُمْ
 اُنہیں یہ گمان گزرنے لگا کہ کہیں
 اُنہیں سے غلط وعدہ تو نہیں ہوا، تو (اس
 وقت) اُنہیں ہماری نصرت پہنچ گئی۔

پیمریوں سے تمسخر، منکرین کی عام عادت، ہر دور میں رہی ہے۔
 ⑤ وَلَقَدْ اسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ
 جو پیمر آپ سے پیشتر ہو چکے ہیں، تمسخران کے
 مِّنْ قَبْلِكَ - (الرعد - ۵۷) ساتھ بھی خوب ہو چکے ہیں۔

پیمریوں کی دعوت سے انکار، ان کے پیام کی حقیقت سے انکار، ان سے بات
 بات پر مقابلہ، یہ ان معاندین کا شیوہ عام رہا ہے۔ قوم نوح، قوم عاد و ثمود کی تصرع
 اور دوسری قوموں کے اجمالی ذکر کے بعد ارشاد ہوا ہے۔

⑥ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
 ان کے پیمران کے پاس نشانات لے لے کر آئے،
 فَرَدَّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ
 لیکن ان قوموں نے اپنے پیغمبروں کے منہ میں
 وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ
 اپنے ہاتھ دے دیئے اور کہنے لگے کہ جو حکم دیکر
 وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ
 تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس
 اِلَيْهِ مُّرِيْبٌ - (ابراہیم - ۲۷) امر کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہم اس کی طرف
 بڑے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

بڑا اعتراض ان لوگوں کا اپنے پیمریوں سے یہی رہا ہے کہ تم تو بس ہم ہی جیسے انسان
 ہو، تو ہادی و رہبر کیسے ہو سکتے ہو؟ تم تو یہی چاہتے ہو، کہ ہمیں ہمارے دین آبائی سے
 برگشتہ کر کے رہو۔

⑦ قَالَوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ
 وہ بولے کہ تم تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہو، یہ چاہتے
 مِثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
 ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے
 عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاتُؤْنَسِلْطٰنِ
 آتے ہیں۔ اس سے ہم کو روک دو۔ سو ہمیں کوئی

تَمِیْنِ - (ابراہیم - ۲۷) کھلا ہوا معجزہ دکھاؤ۔

پیام حق قبول کرنا الگ رہا، الٹی انہیں سے یہ فرمائش کرتے تھے، کہ تم اپنے دینِ جاہلی کی طرف واپس آ جاؤ، ورنہ ہم تمہیں شہر بدر کر کے رہیں گے۔

⑧ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرَّسُولِ لَنْ تُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَنُخْذِلَنَّ فِي مِلَّتِنَا - (ابراہیم - ۳۷) اور ان کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے، یا یہ کہ تم پھر ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ۔

پیغمبروں کے ساتھ تمسخر، منکوبین کی ایک مستقل، مستمر عادت رہی ہے۔
⑨ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۚ كَذَلِكَ نَسُفُّكَ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۚ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ - (الحجر - ۱۷) اور پیغمبروں میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا، جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔ اسی طرح ہم یہ تمسخر مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ دستور اگلوں سے چلا آ رہا ہے۔

استہزاء و تمسخر ان کے لئے گویا ایک جزو غیر منفک رہا ہے، جس کے نتیجے بھی برابر جھٹکتے رہے ہیں۔

⑩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ - (الانبیاء - ۲۷) اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی تمسخر ہوا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا، ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا، جس کا وہ تمسخر کرتے تھے۔

تکذیب ہر قوم کا شعار، اپنے پیغمبروں کے مقابلہ میں رہی ہے کئی ایک قوموں کو نام بنام ذکر کر کے ان کی یہی خصوصیت بیان کر دی گئی ہے۔

⑪ وَإِنْ يَكْذِبُ جُؤْثُكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ - اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے تو ان

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ
وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَ
أَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَى -
لوگوں سے پہلے قوم نوح و عاد و ثمود اور قوم
ابراہیم و قوم لوط اور اہل مدین بھی تکذیب
کر چکے ہیں۔ اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے۔

(الحج - ۶۴)

منکروں میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی دشمن نبی وقت کا پیدا ہوتا رہا ہے۔
(۱۲) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ - (الفرقان - ۳۴) سے بناتے رہے ہیں۔
اور اسی طرح ہم ہر نبی کے دشمن مجرم لوگوں میں
اس مخالفت میں پیش پیش ہر قوم کے بڑے لوگ ہوئے ہیں۔ انہیں کو اپنی مال و
دولت اور اپنے جتنے بڑا گھمنڈ رہا ہے۔

(۱۳) وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ تَذْوِيرٍ
إِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهُمْ إِنَّا نَبِئًا أُرْسِلْتُمْ
بِهِ كَافِرُونَ ○ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ
أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَنَحْنُ بِمُحَذِّذِينَ
اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرسانے والا بھیجا
تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم ان
احکام کے منکر ہیں جنہیں دے کر تم کو بھیجا گیا ہے
اور وہ بولے کہ ہم (تم سے) مال و اولاد میں بڑے
کریں اور ہم پر عذاب ہونا ہونا نہیں۔
(السا - ۴۴)

بڑی بڑی ترقی یافتہ قومیں شدید مخالف اپنے پیغمبروں کی رہی ہیں۔
(۱۴) وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
مَا بَلَغُوا مَعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَلَئَئِنْ
رُسُلِي فَلَئِنْ كَانَ نَكِيرٌ -
اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ انہوں نے
بھی تکذیب کی ہے، اور یہ (منکرین) تو اس
سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے ہیں، جو ہم
نے ان کو دے رکھا تھا۔ غرض انہوں نے میرے
(السا - ۵۴)

رسولوں کی تکذیب کی۔ سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

رسول اللہ کی تسکین و تسلی کے موقع پر ارشاد ہوا ہے کہ آپ کی تکذیب کوئی نبی بتا

تھوڑے ہی ہے۔ یہ نوسلے پیمبروں کی ہوتی رہی ہے۔

(۱۵) وَإِنْ يَكْذِبُ بُولُكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ - (الفاطر - ۱۷) بھی (سائے) پیمبر جھٹلائے جا چکے ہیں۔

بعض قوموں کا تو نام لے کر بتایا گیا، اور باقی یہ ارشاد ہوا کہ منکرین تو ہر دور میں اپنے پیمبروں کے مقابلہ میں دست درازی تک پر آمادہ رہے ہیں۔

(۱۶) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ
كُلُّ أُمَّةٍ بِرُسُولِهِمْ لِيَاخُذُوا
وَجَادُّوا لِبَاطِلٍ لِّيُدْحِضُوا بِهِ
الْحَقَّ - (المومن - ۱۷) ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو کہ ان کے بعد ہوئے جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکلے، تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کریں۔

ایک بار پھر آپ کی تشفی کے لئے آیا ہے، کہ آپ کو جو خطابات منکروں سے مل رہے ہیں۔ یہ سب پرلنے پیمبروں کو بھی مل چکے ہیں۔

(۱۷) مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ
لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ - (حم السجدہ - ۱۸) آپ کے لئے تو بس وہی کہا جاتا ہے، جو آپ کے پیشتر رسولوں کے لئے کہا جا چکا ہے۔

تمسخر و استہزاء سے استقبال تو ہر نبی کا ہوتا رہا ہے۔

(۱۸) وَهَآيَاتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ - (الزخرف - ۱۷) اور کوئی نبی ان کے پاس ایسا آیا ہی نہیں جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔

ہر قوم کے مالدار لوگ۔ پیمبروں کے مقابلہ میں، اپنے دین آبائی کی نصرت و حمایت پر اڑے رہے۔

(۱۹) وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا
أُورَاسِي طرَحَ هَمَّ نَے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیمبر نہیں بھیجا، کہ وہاں کے آسودہ حال

اَنَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ
 آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ..... قَالُوا إِنَّا
 بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ۔
 (الزخرف - ۲۴)

لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو
 ایک (خاص) مسلک پر پایا ہے اور ہم انہیں
 کے پیچھے چلے جا رہے ہیں..... اور بولے کہ
 ہم اس کو تو مانتے ہی نہیں جسے دے کر تمہیں
 بھیجا گیا ہے۔

اپنے پیروں کو ساحر و مجنون قرار دینا، قدیم قوموں کا شعار شروع سے چلا آ رہا ہے۔
 (۲۰) كَذٰلِكَ مَا آتٰنَ الَّذِيْنَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ
 اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصُوْا بِهِۦ بَلٰۤىْ هُمْ
 قَوْمٌ طَآغُوْنَ۔ (الذاریات - ۳۴)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان
 کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا، جس کو انہوں
 نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو، کیا اس کی ایک دوسرے
 کو دھیت یہ کرتے چلے آئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ
 لوگ ہٹی ہیں سرکش۔

تاریخی قومیں جتنی بھی ہوتی ہیں، سب ہی نے انبیاء و رسل کی مخالفت و تکذیب
 کی ہے۔

(۲۱) كَذٰبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ
 اَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادُ وَ
 فِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوطٍ وَاَصْحَابُ
 الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ ثَمُودٍ كُلٌّ كَذٰبَ
 الرَّسُلِ۔ (ق - ۱۴)

اور ان لوگوں کے قبل قوم نوح اور اصحاب رس،
 اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب
 ایکہ اور قوم تبع، (سب ہی) پیغمبروں کی
 تکذیب کر چکے ہیں۔

مشرکوں کی سمجھ میں یہ بات بھی کبھی نہ آئی، کہ کوئی بشر بشر ہو کر بھی رہنمائے بشر اور
 فرستادہ الہی ہو سکتا ہے۔ اصل مقابلہ اپنے پیغمبروں سے وہ اسی محاذ پر کرتے رہے۔
 اور اسی کے انکار و تردید میں لگے رہے۔

(۲۲) ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاتٰیهِمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرٌ
یَّهْدٰ وَنَا فَاكْفَرُوْا وَاتَوَلَّوْا۔
یہ اس لئے ہوا کہ ان (منکروں کے پاس جب
ان کے پیغمبر نشانات لے کر آئے، تو یہ بولے کہ
کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا؟ تو انہوں

(التغابن - ع ۱)

نے اس سے انکار کیا، اور روگرداں رہے۔
ایک مختصر جامع فقرے میں پیغمبروں کی زبان سے ان تمام اذیتوں کی طرف اذیتوں
کی طرف اشارہ کرایا گیا ہے، جو معاندوں کے ہاتھ سے انہیں ہر دور میں پہنچتی رہی ہیں۔
ظالموں کو مخاطب کر کے ان صابر بزرگوں کی زبان سے ارشاد ہوا ہے۔

(۲۳) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذٰیْتُمُوْنَا۔
اور ہم تو صبر ہی کریں گے ایذا پر جو تم ہمیں پہنچاتے

رہے ہو۔

(ابراہیم - ع ۱)

سب سے بڑھ کر یہ کہ منکروں نے اپنے پیغمبروں کو قتل و ہلاک تک کر ڈالا، خود اپنے
ہی قانون و ضابطہ کو توڑ کر۔ قرآن مجید نے یہ حکایت بار بار بیان کی ہے۔ خصوصاً قوم اسرائیل
کے سلسلہ میں۔

اس قوم کی مسلسل بدکرداریوں اور نافرمانیوں کی تاریخ کے سلسلے میں ایک بار نہیں کئی
بار برائے نام لفظی اختلاف کے ساتھ دایا گیا ہے، کہ

(۲۴) وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ بِغَیْرِ
الْحَقِّ۔ (البقرة - ع ۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی)
ناحق و بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

(۲۵) وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ بِغَیْرِ
الْحَقِّ۔ (آل عمران - ع ۳۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی) ناحق
بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

(۲۶) وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ
حَقِّ۔ (آل عمران - ع ۱۲۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی)

(۲۷) وَتَشَاقُّوْهُمْ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ

حقّی - (النساء - ۲۲) باخی دے قصور قتل کرتے رہے ہیں -

اور کہیں بہ طور حجت الزانی کے اسرائیلیوں سے سوال کیا گیا ہے اگر تم نبوت کے قائل رہے ہو -

(۲۸) فَلَهُ تَقَتَّلُوا أَنْبِيَاءَ اللَّهِ - تو آخر انبیاء الہی کو قتل کیسے کرتے رہے ہیں -

(البقرة - ۱۱)

اور کبھی اس صورت میں کہ

(۲۹) فَفَرِّقَا كَذَّبْتُمْ وَفَرِّقَا تَقْتُلُوا - پیسروں کے ایک گروہ کی تم نے تکذیب کی،

اور ایک گروہ کو قتل ہی کر ڈالا - (البقرة - ۱۱)

مجموعی طور پر وہ انبیاء کو سخت وعداوت کی طرح ہر بنے رہنا پڑتا ہے اس کا ذکر ہو چکا۔ اور اثبات مقصود کے لئے وہی بالکل کافی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں تصریحات اس سے بھی بڑھ کر مذکور ہیں۔ اور متعدد پیسروں کے نام لے کر اس ظلم و زیادتی کا ذکر آیا ہے، جو ان کی قوم والوں نے ان پر روا رکھی ہے۔

حضرت نوحؑ کی مرتب تکذیب کی گئی،

(۳۰) فَلَنَبْؤُوهَ فَاَنْجِيْنَهُ - (نوحؑ) کو ان کی قوم نے جھٹلایا، پھر ہم نے

(الاعراف - ۸۷) - (یونس - ۸) (نوحؑ) کو نجات دے دی -

اور ان کی قوم والوں نے زود در زود ان سے سخت گستاخانہ گفتگو کی،

(۳۲) فَقَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَأْتِيكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا

ان کی قوم میں کافروں کے جو سردار تھے وہ نوحؑ سے کہتے تھے کہ ہم تم کو بس اپنا ہی جیسا ایک انسان

دیکھتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری پیروی

انہیں لوگوں نے کی ہے جو ہم میں بالکل ذلیل ہیں

اور وہ بھی بالکل ذلیل ہیں اور وہ بھی بالکل

(ہود - ۲)

سرسری۔ ادر تم کم لوگوں میں کوئی بات بھی اپنے
سے زیادہ نہیں پلٹے، اور تم قوم کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

اور آخر میں انہوں نے آپ کو جیلنج بھی پورے گستاخانہ دم خم کے ساتھ کیا ہے۔

(۳۳) قَالُوا يَسُومُ قَدًّا جَادًا لَّنَا فَاكْتَوَتْ
وہ لوگ بولے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے
اور بحث بھی بہت کر چکے، سو وہ (عذاب) ہم
پر لے آؤ، جس کی دھمکی ہم کو دیا کرتے ہو، اگر
سچے ہو۔ (ہود - ۳۷)

حضرت نوح نے خود بھی عاجز آ کر ان سے یہی کہا کہ اچھا تم کر گزرو، جو کچھ تمہارے بس

میں ہو۔

(۳۴) يَقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَالِي
اے میری قوم، اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی
کی نصیحت کرنا گراں گزرتا ہے۔ تو میرا اللہ ہی
پر بھروسہ ہے، سو تم اور تمہارے شریک اپنی تدبیر
پختہ کر لیں، پھر وہ تدبیر تم میں سے کسی پر مخفی
نہ رہے، پھر اسے میرے ساتھ کر گزند، اور مجھے
إِلَٰهَ وَلَا تُظْهِرُوْنَ - (یونس - ۸۷)

مہلت نہ دو۔

آپ پر ایمان، آپ کی قوم میں سے بس کچھ ہی لوگ لائے۔ باقی سب تکذیب و انکار

ہی میں مبتلا رہے۔

(۳۵) وَمَا اَمِنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيلٌ - اور ان کے ساتھ کوئی بھی ایمان نہ لایا بجز تھوڑے

سے آدمیوں کے۔

(ہود - ۴۷)

پھر جب آپ کو طوفان و سیلاب سے بچنے کے لئے کشتی بنانے کا حکم ہوا، تو آپ کی

قوم کے بڑے لوگ جب اُدھر سے گزرے، تو اُلٹی آپ پر ہنسی کرتے۔

(۳۶) وَكَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ هَلَاكِي قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ - رَايَا اور جب کبھی ان کی قوم کے سرداران پر سے گزرتے، تو ان سے مسخرہ بن کرتے۔

آپ بہ جنیت مجبوی، اپنی قوم کے ہاتھ سے سخت بلا میں مبتلا رہے بالآخر وہ سب بکر دار و کذب غرق ہوئے، اور آپ کو گروہ مومنین کے ساتھ نجات حاصل ہوئی۔

(۳۷) فَجَنَيْنَهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ وَلَصَرْنَهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا سَوِيًّا فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ - (الانبیاء - ۷۶) تو ہم نے نوح کو اور ان ساتھیوں کو بڑے دکھ سے نجات دیا اور ہم نے ان کا انتقام ایسے لوگوں سے لے لیا، جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے رہتے تھے۔ اور وہ بہت بُرے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

قوم کے بڑے لوگوں نے عجب عجب سفیہانہ اعتراضات آپ کی ذات پر در رکھے۔ اور اس کے آپس میں خوب چرچے کئے۔

(۳۸) فَقَالَ الْمَلَأُو الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَكًا مَعَهُ فَأَسْمِعْنَا هَذَا فِي آيَاتِنَا الْوَدَّيْنِ إِنَّ هُوَ الْارْمَلُ بِهِ جَنَّةٌ فَتَرْتَابُ بِهِ حَتَّى حِينٍ - (المومنون - ۲۷) ان کی قوم کے سرداروں میں سے جو کافر تھے، وہ بولے کہ یہ شخص اور ہے کیا، بحر اس کے کہ تمہارا ہی سا ایک بشر ہے۔ چاہتا ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔ اور اگر خدا کو واقعی منظور تھا، تو فرشتے ہی نہ آتا۔ ہم نے تو یہ بات (کبھی) اپنے اگلے برسوں میں سنی نہیں۔ یہ تو بے لک شخص ہے جس کو جہنم ہو گیا ہے۔

اور آپ سے کلمہ کھلا حقارت کے ہجھ میں کہا۔

(۳۹) قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ - (الشعراء - ۶۷) کیا ہم ایمان لائیں تم پر، اور تمہارے ذلیل پیروؤں پر؟

آپ کی قوم آپ کی پوری تکذیب، تفضیح و توہین پر مبنی رہی۔

(۴۰) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
فَكَذَّبُوا عَبْدًا نَادَىٰ تَوَّاعًا جَنُوتٍ
وَازْدَجَرَ - (القمر - ۱۴)

آپ نے عمرطوین ترین پانی۔ اسی کے لحاظ سے آپ کو مدت تبلیغ بھی ملی۔ لیکن نتیجہ آپ کی ساری دسویں مشقت کا کچھ بھی نہ نکلا۔ گو آپ نے کوئی دقیقہ خفیہ و علانیہ تبلیغ کا اٹھا نہ رکھا۔

(۴۱) قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا
وَلَمَّا آرَأَاهُمْ فَلَمَّ يَزِدُّهُمْ دُعَاوِي
إِلَّا فِرَارًا ۚ وَإِنِّي كُنْتُ دَعْوَتَهُمْ
لِتَخْفَرُ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي
أَذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا
وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَارًا - (نوح - ۱۴)

(نوح نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دعوت دے دی اور دن کو بھی۔ لیکن میری دعوت پردہ اور زیادہ ہی بھاگتے رہے اور جب جب میں نے انہیں دعوت دی، تاکہ تو انہیں بخش دے، تو ان لوگوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اور اپنے کپڑے (اپنے) اوپر پھیلے اور اڑے رہے۔ اور بڑی ہی اپنی بڑائی جتائی!

یہ سرکش و شامت زدہ لوگ اپنے پیغمبر سے برابر مقابلہ ہی کرتے گئے۔ اور آپ کو مجبوراً بارگاہ الہی میں یوں عرض کرنا پڑا۔
(۴۲) رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا
مَنْ لَّمْ يَزِدَّهُمْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ إِلَّا
خَسَارًا ۚ وَفَكَرُوا فَكْرًا كَبِيرًا - (نوح - ۲۴)

کہ اے میرے پروردگار، ان لوگوں نے میری نافرمانی (ہی) کی، اور پیروی ایسوں کی کرتے رہے، جن کے مال اور اولاد نے انہیں اور نقصان پہنچایا اور انہوں نے بڑی بڑی چالیں

جیل ڈالیں۔

پیغمبروں کا حکم مثالی و معیاری ہوتا ہے۔ لیکن ہر بشری قوت و صلاحیت کی طرح، حکم کی بھی ایک عدد نہایت ہوتی ہے۔ آخر جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کے غنڈے اور بد معاش آپ کو آزار جسمانی دے کر آپ کا کام ہی تمام کر ڈالنے پر آگئے۔ چنانچہ وہ لوگ۔

(۲۳) قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يٰسُوْمٌ
بولے کہ اے نوح اگر تم باز نہ آئے، تو غور و ہی
لکھو نَحْنُ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ۔
سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

(الشعراء - ۶۷)

تو مجبور و مضطر ہو کر آپ کو بھی ان کے حق میں دعائے بدر کرنا پڑی۔

(۲۴) قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ
نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری
قَوْمَ مَجْہُجَّہَاتَیْ ہِی حَیْلِ جَارِی ہِی تُو تو میرے
اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے۔
(ایضاً)

(۲۵) فَادْعَارَبِّہٖ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ
نوح نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں
دور ماندہ ہوں۔ تو تو ہی انتقام لے لے۔
(القم - ۲۷)

(۲۶) قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا کُنْتُ بِوٰی
نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار، تو
بدلہ لے لے، کہ یہ مجھے جھٹلاتے ہی جاتے ہیں۔
(المومنون - ۲۷)

(۲۷) وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا
(اے میرے پروردگار) ان نافرمانیوں کی گراہی
اور بڑھائی دیجیو۔
(نوح - ۲۷)

(۲۸) وَقَالَ نُوْحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ
نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار ان کافروں
میں سے ایک بھی زمین پر بسنے و امانت چھوڑو۔
(ایضاً)

(۲۹) وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبٰرًا
اور ان نافرمانوں کی ہلاکت و بڑھائی دیجیو۔
نوح کے بعد ایک قدیم ترین نبی جلیل حضرت ابراہیم خلیلؑ گزرے ہیں آپ کی دعوت

توحید کا جواب آپ کی قوم نے یہی دیا، کہ انہیں مار ڈالو، یا آگ میں جھونک دو۔

(۵۰) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ۔
ان کی قوم کا تو یہی جواب تھا، کہ آپس میں بولے کہ انہیں مار ڈالو یا انہیں (آگ میں) جلا دو۔

(العنکبوت - ۳۷)

اور تو اور خود آپ کے والد بھی آپ کی جان کے لاگو ہو گئے، اور بولے تو یہ بولے۔

(۵۱) أَرَأَيْتَ إِنْ كُنْتَ نَجَسَ ثَمَرَ يَكْفُرْكَ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجَنَّكَ يَٰ إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔
اے ابراہیم، کیا تم میرے معبودوں سے پھر ہوئے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تم پر پتھر اڑا کر دوں گا۔ اور تم مجھ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے

دور رہو۔

قوم نے بالآخر یہی طے کیا، کہ آپ کو جلتی آگ کی بھٹی میں ڈال دیا جائے کہ پوتاؤں کی حمایت و نصرت کا یہی ایک طریق ہے۔ چنانچہ اس پر عمل بھی کیا۔ گو آپ کو اللہ نے اپنی قدرت سے محفوظ رکھا، اور منکرین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

(۵۲) قَالُوا احْرَقُوهُ وَالْصُّورُ وَالْهَنَاقُ۔
وہ لوگ بولے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے دیوتاؤں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور باعث سلامتی ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ابراہیم کو زندہ بچنا چاہا، تو ہم نے انہیں کو ناکام کر دیا۔
(الانبیاء - ۵۷)

آپ کے بھتیجے لوط نبی تھے۔ ان کا استقبال بھی حسب معمول تکذیب ہی سے ہوا۔
(۵۳) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِآلِ التَّوْحِيدِ۔
قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔

(القمر - ۲۷)

اور آپس میں یہ ٹھانی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔

(۵۴) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُو آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ۔
ان لوگوں کے پاس بس یہی جواب تھا کہ آپس میں کہنے لگے، کہ لوط والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف ہتھ ہیں۔

(النمل - ع ۴)

اور اپنے اس مطالبہ اخراج از وطن کو آپ کے سامنے پوری ڈھٹائی سے پیش کیا۔
(۵۵) قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تُخْرِجْنَا وَلَوْ طَرَفًا لَّنُكَرَنَّ مِنَ الْمَخْرَجِيْنَ۔
وہ لوگ بولے کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے، تو ضرور تم جلا وطن ہو کر رہو گے۔

(الشعرا - ۹۷)

پیغمبر کی عزت و تکریم کیا معنی، آپ کی امت کے لوگ برابر آپ کی توہین و تفضیع پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب آپ کے ہاں کچھ مہمان خوش شکل لڑکوں کی صورت میں آئے اور آپ کے اوباش صفت ہم قوم آپ کے پاس یلغار کر کے آئے۔ تو آپ نے اپنی زبان سے فرمایا بھی یہی۔

(۵۶) قَالَ إِنَّا هُمْ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ لَّدُنِّي فَلَآ تَقْضُوا عَلَيْنَا الْكُفْرَ وَاللَّهُ وَرَاحِمٌ لِّلْمُحْسِنِينَ۔
آپ نے کہا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں تو تم مجھے فضاہت نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے سزا

نہ کرو۔

(الحجر - ع ۵)

قدیم پیغمبروں میں سے ایک حضرت ہود ہوئے ہیں۔ جو قوم عاد کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ کی بھی دعوت کا بواب قوم کی طرف سے تکذیب اور گستاخانہ تکذیب کی صورت میں ملا۔ چنانچہ وہ بولے۔

(۵۷) إِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكََاذِبِينَ۔ (الاعراف، ۹۷)
ہم تو تم کو بے عقلی میں دیکھتے ہیں اور تم کو بے شک جھوٹوں میں سمجھتے ہیں۔

بلکہ وہ دیدہ دلیری سے بولے۔

مِنَ الْمُرْسَلِينَ - (الاعراف ۱۰۷) کی دھمکی دیتے ہو، وہ لے آؤ نہ اگر تم (واقعی)

پیغمبر ہو۔

پہلے بے یقینی اور استعجاب سے آپ کی دعوت کو سنا اور بولے تو یہ بولے کہ ہمیں
تو اس کا یقین ہے ہی نہیں۔

(۶۳) قَالُوا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّ لَنَا فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مَرِيبٌ - (ہود - ۶۷)

بولے، اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں بڑے
ہونہار تھے۔ کیا تم ہم کو ان معبودوں کی عبادت
سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے
آئے ہیں۔ اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو،
ہم تو اس کی طرف سے بڑے شک اور تردد میں

پڑے ہوئے ہیں۔

پھر گستاخانہ انکار میں اور ترقی ہی ہوتی گئی۔

(۶۴) قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بَآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ - (الشعراء - ۸۷)

بولے کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا
تم تو بس ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہو۔ کوئی معجزہ
لے کر آؤ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔

(الشعراء - ۸۷)

ان کی گستاخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔

(۶۵) قَالُوا أَطِيعُوا نَبِيَكُمْ وَبِمَنْ مَعَكُمْ - (النمل - ۴۷)

بولے کہ تم ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منہوس ہی
سمجھتے ہیں۔

اپنی والی چالیں طرح طرح کی اپنے پیغمبر کے مقابلہ میں چلے۔ یہاں تک کہ خدائی تدبیر
نے بالآخر ان کا قلع قمع کر دیا۔

(۶۶) وَمَكْرُؤًا مَكَرًا وَمَكْرَنَا - (ہود - ۶۷)

اور وہ بھی ایک چال چلے۔ اور ہم بھی ایک چال

مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ (النمل ۷) چلے۔ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

پیغمبر کے مقابلہ میں تکذیب کے ساتھ ساتھ ان کی زبان کی بد لگائی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔
 (۶۷) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطُغْيَانِهِ فَقَالُوا
 اَبَشْرًا مِّثْنًا وَاِحْدًا اَتَتَّبِعُهُ اِنَّا اِذَا لَغِي
 ضَلَلٍ وَ سُعِيرٍ ؕ اَلَيْسَ الَّذِیْ ذِکْرُ عَلَیْهِ
 مِنْ بَیِّنَاتٍ لِّیْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌّ۔
 قوم نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور بولے کہ کیا ہم
 ایسے شخص کی پیروی کرنے لگیں جو ہماری ہی
 جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے۔ ایسا ہوا تو ہم
 بڑی ہی غلطی اور جنون میں پڑ کر گر رہے۔ کیا ہم
 میں وحی بس اسی پر نازل ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ
 (القمر۔ ۲۷)

یہ شخص بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔

آخر ایک اونٹنی بہ طور معجزہ کے ان کے سامنے لائی گئی۔ اس کی قدر انہوں نے یہ کی، کہ
 اَلَا اِیْسٰی کُوْزَنْجِ کَرْدَالَا، اور اسی کے ساتھ اپنا خاتمہ بھی بلالیا۔

(۶۸) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطُغْيَانِهِ اِذَا بُعِثَ
 اَسْقٰهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةٌ
 اللّٰهِ وَ سُقِیْهَا فَكَذَّبُوْهَا فَعَقَرُوْهَا
 قَدْ مَدَمْرَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ
 فَسَوَّاهَا۔ (الشمس)

قوم نے خود اپنے سرشتی کی بنا پر تکذیب کی، جبکہ
 اس قوم کا سب سے بڑا بد ذات اٹھ کھڑا ہوا۔
 اس پر اللہ کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ یہ اللہ کی
 اونٹنی ہے۔ اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا
 لیکن انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا، اور اس اونٹنی
 کو ہلاک کر ڈالا تو ان کے پروردگار نے اس

معصیت کے سبب ان پر ہلاکت نازل کی۔ اور اسے ان پر پھیلادیا۔

ایک قدیم پیغمبر حضرت شعیبؑ ہوئے ہیں جن کی بعثت مدین والوں کی طرف ہوئی
 تھی۔ آپؑ کی قوم بھی وہی ہی منکر و مکذب و معاند نکلی۔ زعم و استکبار کے ساتھ یہ لوگ
 بولے کہ ہم تمہاری ہستی ہی کیا سمجھتے ہیں تمہارے قبیلہ کا تھوڑا بہت لحاظ ہے، ورنہ ہم تو
 تمہیں سنگسار کر کے چھوڑتے۔

(۶۹) قَالُوا اِشْعِيبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا
مِّمَّا تَقُولُ وَاِنَّ لَكَ فِينَا ضِعْفًا
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَّهْتَكَ وَمَا اَنْتَ
عَلَيْنَا بِحَزِيْزٍ - (ہود - ۸۷)

وہ بولے کہ اے شعیب، تمہاری کہی ہوئی باتیں
بہت سی تو ہماری سمجھ میں آتی نہیں اور تم کو اچھے
درمیان میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے کنبہ
کا پاس نہ ہوتا تو ہم تو تم پر پتھراؤ کر چکے ہوتے
اور تم کچھ ہم پر زبردست تو ہونہیں۔

کبھی اس سنساری کے علاوہ، دھمکی جلاوٹی کی بھی ملتی۔

(۷۰) لَنُخْرِجَنَّكَ اِشْعِيبُ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ
فِيْ مِلَّتِنَا - (الاعراف - ۷۱)

اے شعیب، تم کو اور تم پر ایمان لانے والے
تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں
گے۔ نہیں تو تم ہمارے مذہب کی طرف واپس
آ جاؤ۔

اور کبھی یہ کہنے لگتے، کہ تم اچھے خالص سحر زدہ ہو، اور ہمارے ہی جیسے بس ایک بشر۔
اور اگر ایسے ہی بڑے سچے ہو۔ تو لاؤ۔ یہ کرو کہ آسمان ہمارے اوپر پھٹ پڑے۔

(۷۱) قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ
وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نُّظَنُّكَ
لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كُفْرًا
مِّنَ السَّمَاءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - (الشعراء - ۱۰۷)

بولے کہ تم تو جادو کے ماے ہوئے ہو، اور مجراں
کے اور ہو کیا کہ ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔ ہم تو
تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ اور اگر سچے ہو، تو ہمارے
اوپر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا کر دکھاؤ۔

غرض گستاخوں، بدزبانوں، بدسلوکیوں کا کوئی دقیقہ ایسا نہیں جو بزرگوں کے بزرگ
پیغمبروں کے حق میں بالائقوں نے اٹھا رکھا ہو،
حضرت موسیٰ کو سلسلہ انبیاء میں جو امتیاز خصوصی حاصل ہے، اس سے کون ناقص
ہے؟ لیکن آپ کی جو شدید مخالفت ہوئی ہے۔ وہ بھی ایک معلوم و معروف تاریخی حقیقت

ہے۔ قرآن مجید نے بھی اُسے بڑی وضاحت و تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آپؐ کو جس وقت منصبِ پیغمبری تفویض ہو رہا ہے۔ اور معجزات عطا ہو رہے ہیں آپؐ کی طبیعت اسی وقت کھٹکی۔ اور بجائے اس کے کہ آپؐ کو اپنے پیغمبرانہ اقتدار پر غم و اعتماد ہو جاتا، کہ اب جو کچھ بھی چاہوں گا، فرشتوں کے ذریعہ کرالوں گا، اُلٹے آپؐ نے بارگاہِ باری میں عرض و معروض کرنا شروع کر دی۔

(۴۲) قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّمَ بُونُ - (الشعر - ۲۷) عرض کی کہ اے پروردگار! مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔
(۴۳) إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّمَ بُونُ - (القصص - ۲۷) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

(القصص - ۲۷)

اور اسی تکذیب و مخالفت کے ڈر سے، نیز اپنی قابلیتِ تبلیغ میں کمی محسوس فرما کر آپؐ نے درخواست بہ طور اپنے رفیقِ کار کے اپنے بھائی ہارونؑ کی بھی پیغمبری کے لئے پیش کر دی۔

(۴۴) وَيُضِيقُ صُحُورِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ - (الشعر - ۲۷) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔ تو تو ہارون کے پاس بھی جی بھیج دے۔

(الشعر - ۲۷)

(۴۵) وَآخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي - (الشعر - ۲۷) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے۔ تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیدے کہ وہ میری تصدیق کریں۔

بلکہ آپؐ کو تو اندیشہ اس کا بھی تھا کہ وہ لوگ آپؐ کو ہلاک ہی کر دیں گے۔

(۴۶) قَالَ رَبِّ إِنِّي قُلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ - (القصص - ۲۷) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے ان میں سے ایک شخص کا خون کر دیا تھا۔ سو مجھے اندیشہ

ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

(۷۷) وَلَبِئْسَ عَلَى ذَنْبٍ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ - (الشعراء - ۲۷) میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے، سو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

بلکہ موسیٰ و ہارون دونوں پیغمبروں نے مل کر بھی یہی عرض کیا ہے۔

(۷۸) قَالَا رَبَّنَا اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَفْرَطَ عَلَيْنَا اَدُوُّنَا يَطْفُوْا - (طہ - ۲۷) دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون) ہم پر زیادتی کر بیٹھے یا یہ کہ وہ زیادہ شرارت کرنے لگے۔

بہت سے پیغمبروں کے بعد جب حضرت موسیٰ و ہارون کی بعثت قوم فرعون کی طرف ہوئی، تو ان سرکشوں نے بجائے قبول حق کے، ان کی دعوتِ توحید کا جواب اسی طرح دیا، جیسے مشرک قومیں برابر دیتی چلی آتی ہیں۔

(۷۹) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِ مُوسٰی وَهَارُونَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلٰٓئِكَہٖ بِآیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمٰیْنِ۔ (یونس - ۸۷) ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے ان کے اظہارِ کیا اور یہ لوگ تھے ہی مجرم۔

ان فرعونوں نے بجائے برکت کے انما نخواست کا الزام ان مقدس ہستیوں پر لگا دیا۔ (۸۰) وَاِنْ لِّصِبْہُمْ سِیْٔۃً یَّطٰیروْنَ بِمُوسٰی وَ مَن مَّعَہٗ - (الاعراف - ۱۶۷) اور انہیں جب کوئی بد حالی پیش آجاتی تو نفرت

اور حضرت موسیٰ سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم چاہے جیسے عجائب ظاہر کرو۔ تم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ اور ان عجائب کو وہ سحر کاری کا ثمرہ تو سمجھتے ہی تھے۔

(۸۱) وَقَالُوْا اَمْہُمَا تَاْتٰہٗ مِنْ اٰیۃٍ لِّتَسْحَرَنَا بِہَا فَاٰمَنَّا حٰنَ لَکَ وہ بولے کہ تم کیسا ہی عجوبہ ہمارے سامنے لاؤ۔ جس کے ذریعہ اپنا جادو ہم پر چلاؤ، ہم تم پر

بَنُو مِیْنِیْن - (ایضاً) ایمان لانے کے نہیں۔

اور فرعون کو تو یہ کہہ دینے ہیں ذرا تاویل نہ ہوا، کہ تم جادو زدہ ہو۔

(۸۲) فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ
یَمُوسٰی مَسْحُوْرًا (یعنی اسرائیل - ع ۱۲) سمجھتا ہوں کہ تم جادو زدہ ہو۔

اور اس نے منصوبے اس کے باندھے کہ ساری قوم اسرائیل کو بہ شمول ان کے پیر حضرت
موسیٰ کے اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

(۸۳) خَاْرًاۤ اَنْ یَّسْتَفِیْهُمُ مِنَ الْاَرْضِ۔ (فرعون نے) چاہا کہ ان لوگوں کے قدم اس زمین
(ایضاً) سے اُکھاڑ دے۔

آپ کے ہاتھوں خوارق، معجزات، سب کچھ صادر ہوتے رہے۔ فرعون کی طرف سے
تکذیب و انکار ہی جاری رہا۔ اور وہ اپنی اسی رائے پر مصر رہا کہ کیسا حق و پیام حق، موسیٰ
سحر کے زور سے میری حکومت اُکھاڑنے ہی کو آئے ہیں۔

(۸۴) وَلَقَدْ اَرٰیْنٰہٗ اٰیٰتِنَا کُلَّهَا فَلَذَبَ
وَاَبٰی قَالَ اَجِئْتُنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ
اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوسٰی -
(ظہ - ع ۳) اور ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھا
ڈالیں، لیکن وہ جھٹلاتا ہی رہا۔ اور انکار ہی کرتا
رہا۔ اور بولا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے
آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک جادو کے نکال دو۔

فرعونیوں نے آپ میں ٹھہرائی تو بس یہی کہ موسیٰ وہاروں دونوں جادوگر ہیں۔ اور یہی
چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ملک سے بے دخل کر ہی دیں اپنے جادو کے زور سے۔

(۸۵) قَالُوْۤا اِنَّ هٰذِیْنَ لَمَجْرٰبٍ
یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرِجَکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ
بِسِحْرِہِمَا وَاَیَّدْہُمَا بِطَرِیْقَتِکُمْ
الْمُکْلِی - (ظہ - ع ۳) بولے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے
ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال
دیں اور تمہارے اپنے طور طریقے سے تمہاری سرزمین سے نکال
الْمُکْلِی - (ظہ - ع ۳)

اپنی قوت و اقتدار کے گمخند میں فرعون نے ہر سنی ان سنی کر دی اور پیسہ برحق کو سحر زدہ
یا جنون زدہ ہی کہتا رہا۔

(۸۶) قَتَوْنِي بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ
فِرْعَوْنُ ابْنِي قُوت (کے زعم) میں ان سے پھر گیا
اور بولا کہ (موتی) یا ساحری یا مجنون۔ (الذاریات - ۲۴)

غرض یہ کہ اس نے رسولؐ برحق کی ہر طرح مخالفت ہی کی۔
(۸۷) قَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُوْنَ۔ غرض فرعون نے رسولؐ کی نافرمانی ہی کی۔

(الزلزلہ - ۱۴)

اور آپؐ کی بات کی تصدیق کرنا کیا معنی، اُلٹے اس نے آپؐ کو ناشکر گزار کر گٹھنے دیئے۔
(۸۸) قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلَدًا
وَدَّ بُولَاكُم كَمَا بَمَن تَمَّ لَوَسْطِہَاں پرورش نہیں
کیا، اور تم اپنی عمر میں برسوں ہمارے درمیان
رہا سہا نہیں اور تم نے وہ حرکت بھی کی جو
الْكَافِرِيْنَ۔ (الشعراء - ۲۴) کی تھی۔ اور تم بڑے ناشکر ہے ہو۔

آپؐ کی تقریر توحید اس نے اپنے درباریوں کو سنوائی۔ اور طنز سے کہا کہ ذرا ان
کی سنو!

(۸۹) قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ اَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ اپنے گرد و پیش والوں سے بولا کہ تم (ان کی)
سننے ہو؟ (الشعراء - ۲۴)

اور ان لوگوں کے سامنے بھی اپنی تشخیم، جنون موسوی کو دہرایا۔

(۹۰) قَالَ اِنَّ رَّسُوْلَكُمْ الَّذِيْ اُرْسِلَ
اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ۔ (ایضاً) وہ کہنے لگا کہ یہ تمہارے رسولؐ جو تمہاری
بھیجے گئے ہیں۔ مجنون ہیں۔

اور پھر پلٹ کر حضرت موسیٰؑ سے بولا کہ خبردار، جو تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا
معبود بنایا، تو تمہیں جیل ہی میں بند کر دوں گا۔

(۹۱) قَالَ لَبِئْسَ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَا جَعَلَنَّاكَ مِنَ السُّجُونِ -
 بولا، کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا
 تو میں تمہیں جیل ہی بھیج دوں گا۔
 (الشعراء - ۲۷)

اور جب آپؐ نے اس کی فرمائش پر عصا اور ید بیضہ کے معجزے بھی دکھائیے، جب
 تو اس کو آپؐ کے ماہر فن سحر ہونے کی جیسے ایک اور دلیل ہاتھ آگئی۔ اور اپنے درباریوں
 سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(۹۲) قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۖ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَا ذَاتَا مُرَدُّنَ - (الشعراء - ۳۷)
 اپنے گرد و پیش کے درباریوں سے کہا کہ ہو،
 یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ
 اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے
 نکال ہی دے۔ تو اب بناؤ تمہارا مشورہ کیا؟
 اور ایک فرعون کیا معنی، سارے فرعونوں کی یہی تشخیص رہی، کہ پیام موسیٰ کسی
 گہرے سحر ہی کا نتیجہ ہے۔

(۹۳) قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُقْتَرَىٰ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ - (القصص - ۴۷)
 وہ لوگ بولے کہ یہ تو بس گڑھا ہوا سحر ہی ہے اور
 ہم نے (آج تک) اپنے باپ دادا سے تو کبھی یہ
 سنا نہیں۔

آخر طیہ پایا کہ دعوت موسیٰ سے مقابلہ کے لئے وقت کے سب سے زیادہ مؤثر
 حربے کو کام میں لایا جائے۔ یعنی ماہر ان فن سحر کی مدد بھیڑان پیمبرانِ برحق سے کرادی جائے
 اور فرعون نے اس کا انتظام شروع کیا۔

(۹۴) فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدًا ثُمَّ أَتَى - (طہ - ۳۷)
 پھر فرعون پلٹا، پھر اپنی چال کا سامان درست
 کرنا شروع کیا۔ پھر آیا،
 آپس میں یہ لوگ بولے کہ بس اب یہ معرکہ سر کر لو۔

(۹۵) فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اسْتَوُوا
صَفًّا وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ۔
اب مل جل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو، اور صف
بستہ ہو کر آؤ۔ اور آج بھلا اسی کا ہو گا۔ جو غالب
رہے گا۔ (طہ - ۳۷)

پیغمبر برحق نشان پر نشان دکھاتے رہے، لیکن فرعون برابر انکار کرسی و استکبار اور
اپنے دعویٰ ربوبیت پر اڑا رہا۔ اور موسیٰ سے مقابلے کا پورا سامان کئے گیا۔
(۹۶) فَأَرَاهُمُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ كَذَّابٌ
وَعَصَىٰ ثُمَّ آدَبَ رَبِّي بِفَتْرٍ فَنَادَىٰ
فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ۔
پھر (موسیٰ نے) اُسے بڑی نشانی دکھائی، تو بھی وہ
جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا۔ پھر وہ کوشش کرتا
ہوا پھر گیا، پھر اس نے (لوگوں کو) جمع کیا اور پکار
کی، اور کہا کہ میں تمہارا پروردگار عظیم ہوں۔
(الناضات - ۱۷)

اہل دربار نے مشورہ دیا کہ ان دونوں داعیوں کو کچھ دن کے لئے مائے رکھئے اور اس
درمیان میں پیادوں کو بھیج کر مملکت عالی سے ماہرین فن سحر کو ان سے مقابلے کے لئے بلا لیجئے۔
(۹۷) قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاذٌ
بِنِي الْمَدَائِنِ خَيْرٌ يَأْتُوكَ بِكُلِّ
سَحَّارٍ عَلَيْهِ۔ (الشعراء - ۳۷)
انہیں اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور
شہروں میں پیادے بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر
جادوگروں کو آپ کے پاس لا حاضر کریں

جادوگروں کی ٹولی اکٹھی ہوئی۔ میدان بڑا گیا۔ مقابلہ میں ساحروں کو شکست فاش
اور حضرت موسیٰ کو فتح میں حاصل ہوئی۔ جادوگر ہارے مان کر موسیٰ کے قدموں پر گر پڑے
اور توحید کے قائل ہو گئے۔ فرعون اس پر بھی اپنی اُسی ضد پر قائم رہا۔ اور جادوگروں کو
مخاطب کر کے بولا، کہ تم تو موسیٰ سے ملے ہوئے ہو اور انہیں کے چیلے۔

(۹۸) أَهَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ
إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ
فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ (الشعراء - ۳۷)
تم موسیٰ پر ایمان لے آئے قبل اس کے میں تمہیں
اجازت دوں۔ ضرور یہ تم سب کا گروہ ہے جس
نے تم کو جادو کی تعلیم دی ہے سو تمہیں ابھی

مزا معلوم ہوا جاتا ہے۔

اس مکر کو موسیٰ و اہل سحر کے علاوہ بھی شہنشاہ مصر و منظر خدا، فرعون نے ہر طرح اپنے غیظ و غضب کا مظاہرہ داعیانِ حق پر کیا۔

(۹۹) فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ خَشِيرِينَ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشُرُذَةٌ قَلِيلُونَ وَإِنَّهُمْ لَنَا غَائِطُونَ۔
 پھر فرعون نے شہروں میں پیادے دوڑائے کہ
 یہ لوگ (موسوی جماعت والے) ایک چھوٹی سی
 ٹولی ہیں۔ انہوں نے ہمیں بہت ہی غصہ دلایا

ہے۔

(الشعراء - ۴۷)

طرح طرح کے دوسرے ظلم و ستم ان پر توڑنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اصحابِ موسیٰ کو یہ مناجات اپنے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۰) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا قِنْدَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَتَجْعَلْ بَرَحْمَتِكَ مِنِ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (یونس - ۹۷)
 اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق
 نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے سدفے میں ان کافر
 لوگوں سے نجات دے۔

غرض ساری ہی تبلیغی جدوجہد کے بعد بھی حضرت موسیٰ کی بات کی کسی نے تصدیق نہ کی۔ بجز ایک مٹھی بھر جماعت کے۔

(۱۰۱) فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّتُهُ مِّنْ تَوْبِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ۔ (الباقی)
 تو موسیٰ پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل
 آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے
 حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ انہیں
 اتار نہ پہنچائے۔

اور خود حضرت موسیٰ کو ہر طرح عاجز و مایوس ہو کر عذابِ الیم کی بددعا فرعون اور فرعونوں کے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۲) وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ

اور موسیٰ نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار

فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِكَ زَيْنَةً وَأَمْوَالًا
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
 سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ
 وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا
 حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ -
 (یونس - ۹۷)

تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان
 تجمل اور طرح طرح کے مال دہیوی زندگی میں،
 اے ہمارے پروردگار، اسی واسطے دے رکھے
 ہیں کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کرتے رہیں، اے
 ہمارے پروردگار ان کے مالوں کو نیست نابود
 کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، تو
 یہ ایمان نہ لانے پائیں، یہاں تک کہ عذاب
 الیم کو دیکھ لیں۔

عام اور مستقل روش فرعونیوں کی حضرت موسیٰ کی دعوت کے ساتھ تضحیح ہی کی ہی
 جب کسی عذاب الہی کی جھلک دیکھتے تو ذرا دیر کے لئے جھکتے اور حضرت موسیٰ کی خوشامد
 میں لگ جاتے، لیکن جوں ہی عذاب ٹل جاتا، اور گرفت خداوندی ڈھیلی ہو جاتی، تو
 محال کی سرکشی پھر ابھر آتی اور اسی ڈھسانی سے وہ پیمبرِ برحق کا مقابلہ کرنے لگتے۔

(۱۰۳) فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَاهُمْ
 مِنْهَا يَضْحَكُونَ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ
 آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَ
 أَخَذْنَا مِنْهُمُ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ
 يَرْجِعُونَ وَقَالُوا يَا أَيُّهُ السَّحَرَاءُ
 لَمَّا رَأَوْا بَنَاهُ عِنْدَ إِثْنَانَا
 لَمَّا هَمَّوْنَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ
 إِذَاهُمْ يَسْتَكْبِرُونَ - (الزخرف - ۵۷)

جب موسیٰ ان کے (یعنی فرعون اور اس کے
 سرداروں کے) پاس ہمارے نشانیاں لے کر آئے
 تو وہ لگے اُن پر ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو بھی نشانی
 دکھلاتے تھے۔ وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر
 ہی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو عذاب کی گرفت
 میں لیا، تاکہ وہ باز آجائیں۔ وہ لوگ بولے
 کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے پروردگار
 سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تم سے
 وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے پھر

اَقْتُلُوا اَبْنَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ ۚ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۳۷
 لے کر آئے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ جو شخص ان کے
 ساتھ ایمان لے آئے ہیں، ان کے بیٹوں کو ہلاک
 کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔
 (المومن - ۳۷)

سرداروں اور اہل دربار نے کہا کہ یہ موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت کب تک آزاد پھرتا
 رہے گا اور سرکاری ریت اور حکومت کی توہین کرتا ہے گا؟ فرعون نے جواب میں وہی کہا کہ
 ہم ان لوگوں کی اولاد کو ذکر کو جیتا جی نہ چھوڑیں گے، آخر اقتدار ہمارا ہی ہے۔

۱۰۷ وَقَالَ الْمَلِكُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
 اَتَدْرُسُوْنِيْ وَاقَوْمِيْ لِيُفْسِدُوْا
 فِي الْاَرْضِ وَيَذَرُكَ وَابْنَتَكَ قَالِ
 سَنَقْتُلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ
 وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ (الاعراف - ۱۵۷)
 فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان
 کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ ملک میں فساد
 کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں
 کو ترک کئے رہیں (فرعون نے) کہا کہ (نہیں)
 ہم ان کے بیٹوں کو ہلاک کرنا شروع کرتے ہیں
 اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہمارا
 ہر طرح ان پر زور ہے۔

بلکہ اب خود حضرت موسیٰ فرعون کی نظر میں واجب القتل ٹھہر چکے تھے اس لئے
 کہ وہ (بہ قول اس کے) ملک میں فساد پھیلا رہے تھے اور نظام دین کو درہم برہم
 کر رہے تھے۔

۱۰۸ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ
 مُوسٰی وَلْيَدْعُ رَبَّهُ اِنِّیْۤ اَخَافُ
 اَنْ يَّبْدِلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي
 الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ (المومن - ۲۷)
 اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ کو قتل
 کر ڈالوں گا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے دین
 کو بگاڑ دے گا۔ یا ملک میں فساد کر دے گا۔

فرعون بالآخر اپنے کفر کو دار کو پہنچا اور سمندر میں اس کی غرقابی ہوئی، لیکن حضرت

موسیٰ وہاں دو دو پیمبروں سے اتنی شدید گستاخیوں اور بے ہودگیوں کے بعد۔

اور خیر فرعون تو ایک بد دین اور اپنی خدائی کا مدعی تھا، خود اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰ کو جو کچھ پیش آیا۔ وہ ہرگز آپ کے مرتبہ نبوت کے شایانِ احترام نہ تھا۔ آپ کہاں تو اسرائیلیوں کو فرعون کے تسلط سے نجات دلانے کی فکر میں مستغرق رہتے تھے۔ کہاں خود ان لوگوں نے بجائے اظہارِ ممنونیت کے الٹی طعنہ زنی شروع کی،

(۱۰۹) قَالُوا اَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ اَنْ يَرُوبَ بُولَہِ کہ ہم تو (ہمیشہ) مصیبت ہی میں رہے۔ تمہاری آمد سے پہلے ہی اور تمہاری آمد کے بعد بھی۔

(الاعراف - ۱۵۷)

آپ سے مطالبہ اس کا کیا، کہ ہمیں خدا کا مشاہدہ کرا دیجئے۔ جب ہم آپ کو سچا جانیں گے۔

(۱۱۰) يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً۔ (البقرہ - ۶۷) ہم دیکھ لیں خدا کو کھلم کھلا۔

ایک موٹی سی بات یہ کہ آپ نے ایک گائے کی قربانی کا ان کو حکم خداوندی پہنچایا، اس تک کا انہوں نے یقین نہ کیا، بلکہ گستاخانہ بولے۔

(۱۱۱) اَتَتَّخِذُ نَٰهْرًا (البقرہ - ۷۸) یہ کیا تم ہم سے مسخرہ بن کر رہو۔

آپ نے مصر سے باہر لا کر، اور فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر، جب ارضِ فلسطین میں جہاد کا حکم دیا۔ تو کتنا رُکرا کر جواب دیا۔

(۱۱۲) قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِیْہَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَا لَنْ نَّدْخُلَہَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْہَا فَاِنْ یَخْرُجُوْا مِنْہَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ۔ (المائدہ - ۲۷)

بولے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ تو بے شک ہم جانے کو تیار ہیں۔

اور جب آپ نے سمجھایا، تو گستاخی اور نصیحت کی لے اور بلند ہوئی اور یوں گویا ہوئے۔

(۱۱۳) یٰمُوسٰی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا اَوْ اَمَدًا لِّمَا فَعَلْتَ بِرَبِّكَ فَخُذْ مَا نَفَقْنَا فَمِنْ بَيْنِ يَدَيْنَا وَلَئِنْ كُنْتَ مِنْ الصّٰدِقِیْنَ
 فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا مُّجِدُّوْنَ۔ (المائدہ - ۴۷)

مسلل نافرمانی و سرکشی کو دیکھ، آخر آپ کی زبان پر آیا۔

(۱۱۴) اِنَّا نَقُوْمُ لِعٰدُوْنِكَ وَذٰلِیْكَ وَقَدْ نَعْلَمُ اَنْتَ اِلٰهٌ مُّخْتَلَفٌ لِّاٰلِهٰتِہُمْ اِلٰہُکَ لَیْسَ بِکَ اِلٰہٌ اِلَّا نَحْنُ
 اِنَّا رُسُوْلُ اللّٰہِ لَیْسَ بِکَ اِلٰہٌ اِلَّا نَحْنُ۔ (الصفت - ۱۷)

اور مجبور ہو کر آپ کو یہ عا کرنی پڑی۔

(۱۱۵) رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاِنِّیْ فَاخِرُ رُبِّیْ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔

ہمارا اور اس بدمعہ دار قوم کے درمیان فیصلہ کرے۔ (المائدہ - ۴۷)

حد یہ ہے کہ آپ کی چند روزہ غیر حاضری کے زمانہ میں گوسالہ پرستی جیسے کھلے ہوئے شرک کے مرکب ہوئے قرآن نے انہیں ان کی تاریخ کا یہ تاریک ترین دور یاد دلایا۔

(۱۱۶) وَاذْکُرْ عٰدَیْنَا مَوْسٰی اَرْغَبَیْنِ لَیْلَۃً نَّخْرًا نَّخْنُکُمْ اِلَیْجٰی مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (البقرہ - ۶۷)

مشرکوں کو دیکھ کر اپنے پیغمبر کے ہوتے ساتے انہیں بھی شوق پیدا ہو گیا کہ کسی مورتی کی پوجا کریں۔ اور غضب کی ڈھٹائی یہ کہ اس کی فرمائش خود اپنے پیغمبر تک سے کر بیٹھے۔

(۱۱۷) قَالُوْا یٰمُوسٰی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰہًا کَمَا لَہُمْ اِلٰہَۃٌ۔ (الاعراف - ۱۶)

آپ نے تو ظاہر ہے کہ ڈانٹ پھینکا دیا۔ لیکن ادھر آپ عاضی طور پر ہٹے، کہ اُدھر انہوں نے ایک گوسالے کی پوجا شروع ہی کر دی۔

(۱۱۸) وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِہٖ اِلٰہًا۔ (الاعراف - ۱۶)

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے پیٹھ پیچھے ایک گوسالے کو

حَسْبَهُمْ عِجْلًا حَسَدًا ۚ خَوَارِدًا ۝ (۱۸۷) (معبود) ٹھہرایا، جو ایک قاب تھا، جیسا ایک آواز تھی۔
حضرت ہارونؑ۔ جو آپؑ کی قائم مقامی کر رہے تھے، اپنی والی سمجھاتے رہے۔ کہ یہ کیا غضب
کر رہے ہو۔

(۱۸۸) لَقَوْمًا إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ
الْزَحَّانَ فَاتَّبِعُونِي وَاطِيعُوا أَمْرِي۔
اے میری قوم والو، تم اس کے سبب گمراہی میں پھنس
گئے ہو، تمہارا پروردگار تو رحمن ہے۔ سو تم میری
پیروی کرو۔ اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ (۱۸۹)

وہ بھلاؤں کی کیا سنتے۔ بولے تو یہ بولے۔
(۱۹۰) لَنْ تَبْرَحَ عَلَيْهِ لُكْفَيْنِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ
إِلَيْنَا مُوسًى۔ (۱۹۱) (۱۹۰)
ہم تو اس پر جے بیٹھے رہیں گے۔ بیان تک کہ موسیٰ ہمارے
پاس واپس آجائیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ بد نغثوں نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ گستاخ دسنبیوں میں کوئی کسر
اٹھانہ رکھی۔ انہیں خود اپنی جان کے لئے بڑے گئے حضرت موسیٰؑ نے واپس آ کر جب ان سے مواخذہ
کیا ہے تو بیچارہ نے بیان کیا کہ قوم تو میری دشمن بلکہ آمادہ قتل ہو گئی تھی۔

(۱۹۲) ابْنُ أُمِّ إِيْسَٰءَ الْقَوْمِ اسْتَضَعَفُونِي
وَكَاذِبًا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتُ فِي الْأَعْدَاءِ
وَلَا تَجْعَلُنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔
اے میرے ماں جائے (جہاں) قوم نے تو مجھ کو بے حقیقت
سمجھ لیا، اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل ہی کر ڈالیں تو تم
مجھ پر (ان) دشمنوں کو مت ہنسواؤ۔ اور نہ مجھ کو نال
لوگوں کے ذیل میں شمار کرو۔ (۱۹۳)

قارون بھی مصری و قبطی نہ تھا۔ آپؑ کی قوم اسرائیل ہی کا ایک سرمایہ دار فر د تھا۔ لیکن اس
نے بھی آپؑ کی شریعت سے سرتابی کی، اور قرآن مجید نے اس کا عبرت ناک انجام بیان کیا ہے۔
(۱۹۴) إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ
عَلَيْهِمْ۔ (القصاص، ۸۷)
قارون موسیٰ کی برادری میں سے تھا۔ سو اس نے ان
لوگوں کے مقابلہ میں زیادتی اختیار کی۔

اور بھی طرح طرح کے الزامات آپؑ پر لگانے والے آپؑ ہی کے قوم والے تھے۔ آپؑ کی صفائی
خود حق تعالیٰ نے پیش فرمائی۔ اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ قوم موسیٰؑ کی ریس نہ کریں۔
(۱۹۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا كَالَّذِينَ

اَذُوْا مُوسٰى فَاِنَّ اللّٰهَ مِمَّا تَاْلُوْا۔ نے موسیٰ کو اذیت دی۔ سوان کو اللہ نے ان لوگوں کی تہمت سے بری ثابت کر دیا۔ (الاحزاب - ۶۷)

سلسلہ اسرائیلی کے خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ مسیح ہوئے ہیں۔ آپ کی بھی قوم کے بڑے حصے نے آپ کی دعوت کا استقبال مخالفت ہی سے کیا اور آپ کو اپنے رفیقوں معاونوں کے لئے پکار کر ناپڑی۔

(۱۲۳) کَمَا قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْخَوَارِیِّیْنَ مِنْ اَنْصَارِیْ اِلٰی اللّٰهِ قَالَ التَّوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاَمَنْتَ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَكَفَرُوْا طَائِفَةٌ۔ (الصف - ۲۷)

جیسا عیسیٰ بن مریم نے کہا، کہ اللہ کے لئے میرا کون مددگار ہوئے۔ تو حواری بولے کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ تو ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے (آپ پر) ایمان لایا۔ اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔

بعض انہیں حواریوں اور انصار اللہ کے سوا، باقی امت مخالفت شدید پر کمر بستہ رہی، اور دشمنی کی آخری حد تک بھی پہنچ جانے سے نہ چوکی۔

(۱۲۵) فَلَمَّا اَحْسٰى عِیْسٰی مِنْهُمْ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلٰی اللّٰهِ..... وَمَكَرُوْا وَمَكَّرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَبِیْرُ الْغٰیْبِیْنَ۔ (آل عمران - ۵۷)

جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو بولے کہ تم میں کون ایسے بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے... (غرض یہ مخالفین خوب چالیں چلے اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر سے کام لیا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اپنے خیال میں تو ان لوگوں نے آپ کو شہید ہی کر ڈالا تھا، اور اپنے اس کارنامہ کو فخر سے بیان کرتے تھے۔ اور حضرت کے نسب پر گندہ حملہ اس پر مستزاد۔

(۱۲۶) وَیُکْفِرْهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (النساء - ۲۲)

اور ان (اسرائیلیوں) کے کفر کے باعث اور حضرت مریم پر ان کے بھاری بہتان رکھنے کے باعث۔ اور ان کے اس قول کے باعث کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو مار ڈالا۔

جب یہ سنت سائے انبیاء کی رہ چکی ہے، تو خاتم الانبیاء کے حق میں کیوں نہ پوری ہوتی بلکہ آپ کے حق میں تو وہ اوروں سے بڑھ کر پوری ہوتی۔

یہ شخصیں تو خوطبیین کی عام تھی، کہ آپ (نور اللہ) یہ کلام گھر گھر لائے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعوے کو بار بار دہرایا ہے۔ گو سوال کے طور پر۔

الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ (الاحقاف - ۱۷)
 جاتی ہیں تو جو لوگ ، وہ حق کے متعلق جب وہ ان کے پاس آجاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔
 (۱۳۶) وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَافُ مَقْتَرَىٰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ (النبا - ۷۵)
 اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے سہ اس کے ایک گھڑی ہوئی ٹکڑی۔ اور جو کافر ہیں وہ حق کے متعلق کہتے ہیں۔ جب وہ ان کے پاس آگیا کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔

بلکہ بعض اس مفہوم کو اور زور و شدت سے بیان کرتے۔

(۱۳۸) وَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ رَسُلٌ اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو برا جھوٹا سحر ہے۔

اور آپس کی سرگوشیوں میں اپنی اس تشخیص کو بہ طور راز بیان کرتے۔

(۱۳۹) وَأَسْرَدَ النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْلَ هَذَا الْأَبْشَرِ مِمَّا لَكُمْ أَفْتَاتُونَ السِّحْرُ وَأَنْتُمْ تَبْصِرُونَ۔ (الانبیاء - ۱۷)
 اور یہ ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ تو محض تم جیسے ایک بشر ہیں، تو کیا تم (یہ جانتے ہوئے بھی) سحر کی بات سننے کو جاؤ گے۔

(۱۴۰) وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَتَّبِعُونَ الْأَرْجُلَ السَّخْرَ (یعنی اسرائیل - ۷)
 جبکہ وہ سرگوشی (آپس میں) کرتے ہیں اور جبکہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو ان ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔

سحر کے علاوہ ایک تشخیص شاعری اور جنون کی بھی تھی کسی نے کہا۔ جنون زدہ ہیں، کسی نے کہا، زہرے شاعر ہیں۔ تو کیا کسی شاعر کی خاطر ہم اپنے عقائد قدیم سے دست بردار ہو جائیں؟

(۱۴۱) وَيَقُولُونَ آيَتُ الْتَارِكُوا آلِهَتَنَا بِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ۔ (الصفٹ - ۲۷)
 یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر جنون زدہ کی خاطر چھوڑ دیں۔

اور بعض کے ہاں کچھ اس قسم کی کچھڑی پکی۔

(۱۴۲) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ خُلِّيًّا تَنَابَايَةً كَمَا أُرْسِلُ الْأَوَّلُونَ (الانبیاء - ۷۱)
 بلکہ یہ پریشاں خیالیاں ہیں نہیں بلکہ انہوں نے اس (کلام) کو گھڑ لیا ہے نہیں بلکہ یہ تو ایک شاعر ہیں۔ پس انہیں چاہیے کہ ہم اسے پاس کوئی معجزہ لے آئیں جیسا کہ پہلے لوگ (معجزہ کے ساتھ) رسول بلائے گئے تھے۔

جنون زدہ ہونے کا اتہام بھی صاف صاف لگا۔

(۱۴۳) قَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا اور ان کے پاس کھول بیان کرنے والا رسول آیا۔ تو انہوں

عَنْهُ وَقَالُوا أَهَؤُلَاءِ مَتَجَنُّونَ ۚ (الرحمن ع) نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اور بولے، کہ یہ تو

سکھایا پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔

جواب میں خود پیغمبر کی زبان سے کہلایا گیا، کہ ذرا سوچو تو، اور الگ الگ بھی اور مل جل کر بھی

سوچو، کہ مجھ میں جنون کا کون سا شائبہ ہے۔

(۱۴۴) قُلْ إِنَّمَا أَعْطِيَكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنِّ

تَقُولُوا لِلَّهِ عَشْرٌ وَقَرَأَى لَهُمْ تَتَفَكَّرُوا

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ حِجَّةٍ (السا۔ ۶۷) پھر یہ سوچو، کہ تمہارے رفیق (یعنی پیغمبر) میں (کسی

درجہ میں بھی) جنون نہیں۔

اور اس قسم کی جوابی آیتیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں۔

(۱۴۵) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ (النجم۔ ع) تمہارے (یہ) رفیق نہ بہکے نہ ٹھٹھکے۔

(۱۴۶) أَفَتُرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَيْفَ أَرْسِلَ رِجْلَهُ ۚ (السا۔ ع) اس نے اللہ پر یا تو جھوٹ گھڑ لیا۔ یا اسے جنون ہے؟

(۱۴۷) مَا ضَلَّ جَبَلُكُمْ يَمْجُنُونِ (التکویر) تمہارے (یہ) رفیق (ذرا بھی) مجنون نہیں۔

(۱۴۸) مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (القصم۔ ع) اور آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(۱۴۹) وَلَا يَقُولُ كَآهِنٌ (الحاقہ۔ ع) اور (یہ) کلام کا ہن کا نہیں۔

(۱۵۰) فَمَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَآهِنٍ وَلَا

مَجْنُونٌ (الطور۔ ع)

صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، کہ آپ کو 'ضال'، 'غوی'، 'مجنون'، 'کاہن'، سب کچھ کہا گیا اور

سمجھا گیا۔ تو بہن، نحقیر، تفصیح کا کوئی درجہ اس کے بعد بھی باقی رہ جاتا ہے؟

اور مجنون تو آپ کو کھلم کھلا کہا گیا۔

(۱۵۱) وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (القصم۔ ع) اور آپ کے لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ یقیناً مجنون ہیں۔

(۱۵۲) وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ

إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (الحجر۔ ع) کے مطابق قرآن آتا رہا ہے تم تو فردہی مجنون ہو۔

اور آپ کے لئے گھڑنے والے (مفتری) کا لقب تو عام تھا۔

(۱۵۳) قَالُوا لَئِنَّمَا أَنْتَ مُنْقَرٍ - (النحل - ۸) کہتے ہیں کہ تم تو بس مفتری ہی ہو۔

آپ کے پیام و دعوت پر حیرت سب کو تھی، اور آپ کے دعوے کو حیدرِ ظہار حیرت ہی کیا کرتے تھے۔

(۱۵۴) وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ - اس پر انہیں حیرت تھی کہ انہیں میں سے ایک نے ان کے

والا پیدا ہو گیا۔

(ص - ۱۷)

انہوں نے سائے خداؤں کو ایک خدا کر دیا۔ یہ بات تو

بڑی ہی عجیب ہے۔

(۱۵۵) أَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ الْهَادِیْنَ اِلَیَّ

هَذَا الشَّیْءُ عَجَابٌ - (ص - ۱۷)

یہ بات کھیلے مذہب میں تو ہم نے سنی نہیں یہ تو ایک نری

گھڑی ہوئی چیز ہے۔

(۱۵۶) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِی الْبِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنَّ

هَذَا اِلَّا اِخْتِلَافٌ - (ایضاً)

انہیں اس پر حیرت ہے کہ انہیں میں سے ایک نے ان کے

والا کیا، کافر کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے۔

(۱۵۷) عَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هَذَا شَیْءٌ عَجَبٌ - (ق - ۷)

غرض یہ کہ آپ کی رسالت پر انکار شدید تحقیر و اہانت کے ساتھ ملا ہوا، سب سے بد قولی میں مشترک ہوا۔

(۱۵۸) وَیَقُولُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا لَوْلَا نَزَّلَ الْوَحْیُ عَلَیْكَ - کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔

(الرعد - ۶)

اور آپ سے یہ لوگ لڑتے جھگڑتے رہتے۔

(۱۵۹) یَعَادِلُوْكَ فِی الْحَیْیَةِ - (الانفال - ۷) آپ سے یہ لوگ حق کے بات میں جھگڑتے ہیں۔

انکار و تکذیب پر برابر قائم رہتے،

(۱۶۰) اَمْ لَمْ یَعْرِضُوْا اَرْسُوْلَهُمْ فَمَهْلُکُهُمْ

مُنْكَرُوْنَ - (الہٰجرات - ۷)

سے واقف نہ تھے۔ اور اس لئے ان کے منکر ہیں۔

آپ کا اعزاز و اکرام الگ رہا۔ آپ کے ساتھ معزول کا عام شیوہ تھا۔

(۱۶۱) وَ اِذَا رَاَکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلَیَّ

یَتَّخِذُوْكَ وَنْکَ اِلَآهًا - (الانبیاء - ۲۷) کائنات بنا لیتے ہیں۔

طنز و تمسخر سے کہتے کہ کیا یہی حضرت ہیں جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۱۶۲) وَ اِذَا رَاَوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْكَ اِلَآ

اَوْ جِبَابًا کَیْفَ یَرٰکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْكَ اِلَآ

هَٰذَا مَا آتٰهُ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا (الفرقان - ۷) ہیں، کہ یہ وہ ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اسی استہزاء عام کے مقابلہ میں آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔

(۱۶۳) اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْهُتُورَ هٰذَا (الحجر - ۷) ان استہزاء کرنے والوں سے ہم آپ کے لئے کافی ہیں۔ بہر صورت آپ کو اذیت ہی پہنچتے رہے۔

(۱۶۴) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔ یہ اس لئے ہوا کہ یہ لوگ تکذیب پہنچاتے رہے اللہ اور (الانفال - ۲۷) اس کے رسول کو۔

ظن و تعریض کے ساتھ کہتے کہ یہ کیسے رسول ہیں، جو بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں۔

(۱۶۵) قَالُوْا اِهٰلَ هٰذَا الرَّسُوْلُ يٰ اَكْلُ الطَّعَامِ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان - ۱۷) ہے۔ اور بازاروں میں چلتے۔

اور چونکہ قرآن مجید کو تصنیف محمدی سمجھتے ہیں، قدرنا آپ سے اس کی بھی فرمائش کرتے کہ فلاں قسم کے بجائے فلاں قسم کی آیتیں لائیے۔

(۱۶۶) وَاِذَا تَلٰى عَلَيْهِمُ الْاٰتِیٰتِیْنَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا اِنْتَ بِفَرٰغٍ غٰیِرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ۔ (یونس - ۲۷) اور جب ان پر ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہماری ملاقات کا یقین ہی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا قرآن لے آ دیا اسی میں تبدیلی کر دو۔

رسول کو جب کوئی خوشگوار واقعہ پیش آتا، تو یہ لوگ کڑھتے۔ اور جب آپ کو کوئی ناگوار واقعہ پیش آتی، تو اس پر خوشی مناتے۔

(۱۶۷) اِنْ لِّصَبِّكَ حَسَنَةٌ تَسُوْهُمْ وَاِنْ تَصِبُّكَ مُصِیْبَةٌ یَّهْوُوْا اَقْدًا اَخَذْنَا اٰمُرَنَا مِنْ قَبْلِ وَاَنْتُمْ فِرْحٰوْنَ۔ (التوبہ - ۷) اگر آپ کو کوئی خوشی پیش آتی ہے۔ تو انہیں رنج ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی افسانہ پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی۔ اور خوش ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آپ کے لئے بد تمیزی کے فقرے بھی استعمال کرتے رہتے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو سیر کو سنتے رہتے ہیں۔ اور (۱۶۸) مِنْهُمْ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اَذٰنٌ۔ (التوبہ - ۸) کہتے ہیں کہ یہ کان کے کچے ہیں۔

اور بھی طرح طرح سنائے۔

(۱۶۹) وَإِنَّ يَكْذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِي لَقَوْلُكَ
بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (القلم: ۷)
اور جو کافر ہیں جب قرآن سنتے ہیں، تو قریب ہوتا ہے
کہ اپنی نظروں سے گھور گھور کر آپ کو جگہ سے ہٹا دیں گے۔

آپ کی مجلس میں بیٹھتے بھی تو بات بڑی بے توجہی سے سنتے۔

(۱۷۰) وَيَنْهَوْنَ عَنْ يَتْلُوَ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا
خَسِرَ دَاخِرُ عَيْدِكَ قَالُوا الَّذِينَ آتَوْكُمَا
الْعِلْمَ عَادَ إِذْ قَالُوا (محمد: ۲۷)
انہیں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے
ہیں۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو جو
اہل علم ہیں۔ ان سے پوچھتے ہیں کہ اثنی عشر ابھی کیا تھا۔

اور فلاں مضمون کی آیتیں جب ہوتیں تو یہ لوگ انتہائی خوف و حزن کے ساتھ آپ کی
طرف دیکھتے اور ان کے چہروں پر مردنی چھا جاتی۔

(۱۷۱) وَأَيُّتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَسٌ
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ
الْمَوْتِ (محمد: ۳۷)
آپ ان لوگوں کو کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، دیکھیں
گے آپ کی طرف ان شخص کا دیکھنا دیکھتے ہیں، جس پر
موت کے خوف سے بے ہوشی طاری ہو۔

فخر سے کہتے، کہ ہم پر تبلیغ کا اثر مطلق نہ ہوگا، ہمارے عقیدے ہمارے دلوں میں خوب راسخ ہیں۔
(۱۷۲) فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ
وَقَالُوا أَخْلَوْا بَنَاتِنَا فِي الْكِنَانِ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ
وَفِي أَزْوَاجِنَا وَقُرُوبِنَا وَبَنِينَكَ
حِجَابٌ (رحمہ السجدہ: ۱۷)
ان میں سے بہتوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ سنتے ہی نہیں
اور کہتے ہیں کہ ہم جن بات کی طرف ہم کو بلاتے ہو، اس کی
طرف سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں
ڈاٹ ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔

قرآن مجید نے جہاں ایسے سرکشوں ناہنجاروں کا انجیام دینا کیسا ہے وہاں ان کا یہ جرم
بھی تو بیان کر دیا ہے کہ یہ لوگ رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

(۱۷۳) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْطَدُوا عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ (محمد: ۴۷)
جو لوگ کافر ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں
اور بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی ہے
رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

حوصلے اور ارادے یہ تھے کہ آپ کو جلا وطن کر کے رہیں۔

(۱۷۴) وَإِنْ كَادُوا يَسْتَغْفِرُونَكَ مِنَ الْأَرْضِ
يَسْتَغْفِرُونَكَ عَنْهَا۔ (بنی اسرائیل - ۸۷)
اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کے قدم اس سرزمین سے
اٹھا دیں۔ تاکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں۔
خراج اور قید کیا معنی، آپ کے قتل تک کے منصوبے تیار ہو چکے تھے۔

(۱۷۵) وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِيَتَّبِعُونَكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُعَذِّبُوكَ
يَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ۔ (الأنفال - ۷)
اور وہ وقت بھی یاد کیجئے۔ جب یہ کافر لوگ آپ کی
نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا آپ کو
ہلاک کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں یہی تدبیریں
کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

جب آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے، تو ان کا منصوبہ یہ ہوتا کہ وہیں آپ پر ہجوم کر کے آپ
کو جان ہی سے مار ڈالیں۔

(۱۷۶) وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا
يَكُونُوا عَلَيْهِ لَبِدًا۔ (الحج - ۱۷)
اور جب اللہ کا بندہ (خاص) اس کی عبادت کو کھڑا ہوتا، تو
قریب ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس پر ہجوم کر (کے اس کو
مار ہی) دیں۔

اور غیر منافقین و معاندین کا تو ذکر ہی نہیں۔ خود آپ پر ایمان رکھنے والے سب کے سب ایسے
نہ تھے، کہ ہر حال میں آپ کی ہدایات ہی پر عمل لیتے۔ بشریت ان میں سے بھی بعض پر کبھی کبھی غالب
آہی جاتی۔ قرآن مجید ہی کی شہادت ہے۔

(۱۷۷) وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا
إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔ (المحجہ - ۲۷)
یہ لوگ جب کسی تجارت یا تماشے کی چیز کو دیکھ پاتے
ہیں تو ادھر دوڑنے کو بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا
ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

اور ایک دوسرے پیغمبر جلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی امت بنی اسرائیل
نے جو بد ہنذیبیاں اور گستاخیاں کی ہیں ان کا ذکر ابھی چند صفحہ اوپر اسی باب میں گزر چکا ہے۔
غرض خود پیروؤں، مقصدیوں اُمتیوں کی طرف سے بھی یہ نہ تھا کہ پیغمبر ہر موقع پر عملاً و حالاً
مطاع و مقتدا ہی بنے رہتے۔ حضرت انبیاء کو تو عین ان کے ظرف و مرتبہ کے مطابق عام انسانوں سے کہیں
بڑھ چڑھ کر قدم قدم پر در وادھر دکھ سہنے پڑے ہیں۔ (ختم شد)